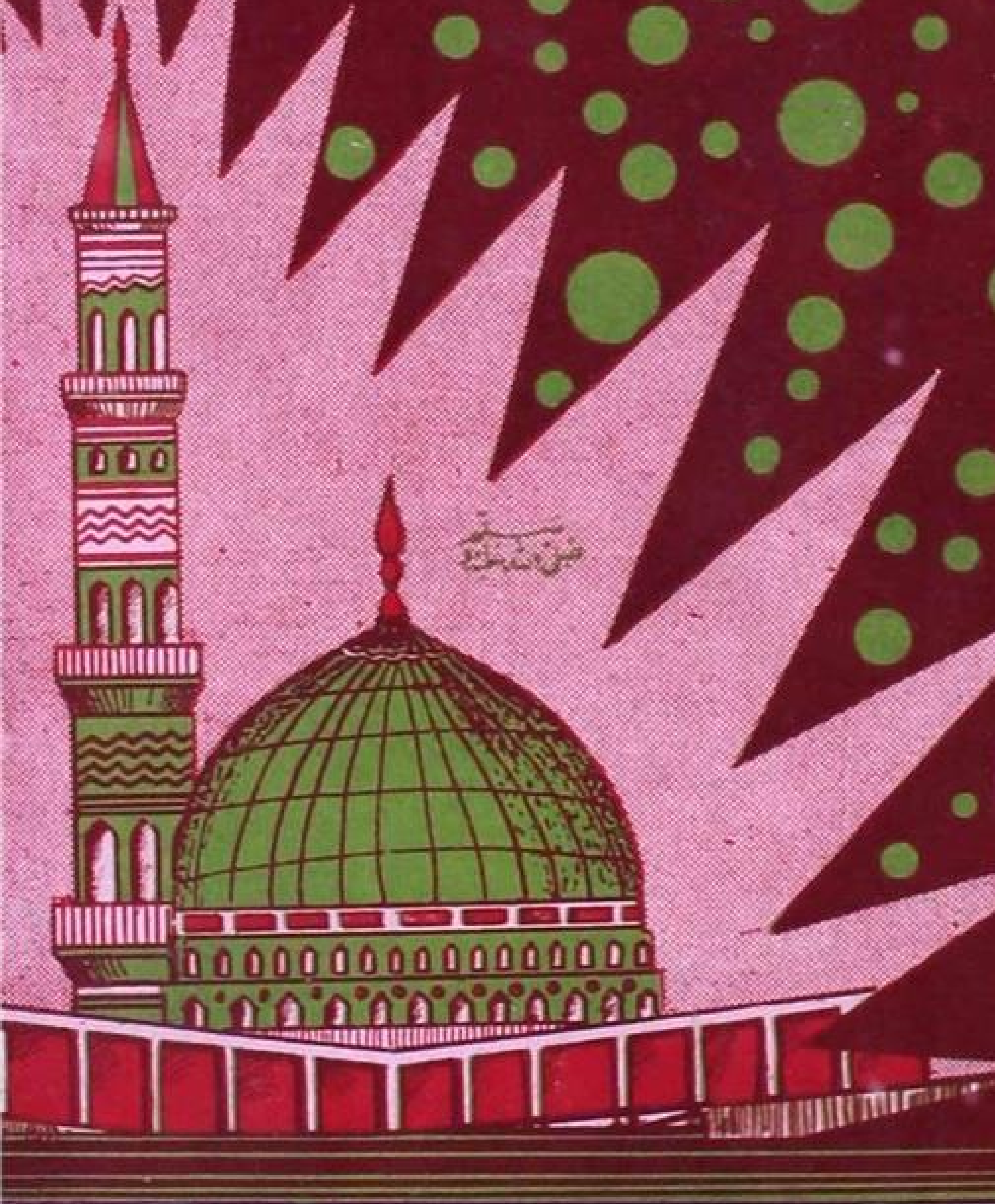
شہدائے حق



از
لاق حسین قاسمی

انڈیا پبلشنگ ہاؤس، لال کنواں، دہلی ۶

شہدائے حق

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجاہدانہ
زندگی اور اسلام کے تیس سالہ
دورِ سعادت کے شہداء کی سبق آموز
زندگی کے واقعات کا بہترین مجموعہ

از

مولانا اخلاق حسین قاسمی

انڈیا پبلشنگ ہاؤس لال کنواں دہلی ۶
فون نمبر 265297
قیمت پچاس پیسے

فہرست مضامین

پیش لفظ

اسلام مسلمانوں کو نہ ظلم کرنے کی اجازت دیتا ہے، نہ ظلم برداشت کرنے کی،

نہ ظالم بن کر رہو نہ مظلوم بن کر، یہ اسلام کا منصفانہ اصول ہے،

اسلام میں صبر کرنے کا حکم ہے لیکن یہ حکم اپنی ذات، ذاتی اور انفرادی معاملات تک ہے، ظلم جب خدا کے عام بندوں، پوری جماعت اور پوری قوم کو اپنی لپیٹ میں لینے لگے تو اسے برداشت کرنا بزدلی ہے، اور بزدلی اسلام میں ایمان کی علامت نہیں، نفاق کی علامت ہے،

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ "ایمان اور بزدلی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے"، آپ نے بزدلانہ زندگی سے ہمیشہ پناہ مانگی ہے۔

اللھم انی اعوذبک من الجبن۔ خداوندا! میں بزدلی سے پناہ مانگتا ہوں۔

تمہیں جب کوئی دشمن گالیاں دے، الزامات لگائے، ذاتی طور پر کوئی اور نقصان پہنچائے تو اُسے معاف کر دو، صبر کرو،

اور جب کوئی سفاک، بے گناہ عوام پر ظلم کرنے، کمزوروں کو قتل کرنے، بستیوں کو جلانے، ملک و قوم کی صنعتوں اور مزدوروں کی محنت کو آگ لگانے کے لئے آگے بڑھے تو اسے روکو، مدافعت کرو،

مدافعت کرنے میں نہ جان کی پرواہ کرو، نہ اولاد کی، پوری پامردی کے ساتھ ایمانی غیرت کے جوہر دکھاؤ، آپ نے فرمایا، جو مسلمان اپنی جان و مال کے بچاؤ میں قتل ہوجاتا ہے وہ شہید ہے،

قرآن کا حکم ہے،

وجزاء سیئۃٍ سیئۃٌ مثلھا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ وانہٗ لایحب الظالمین، (شوریٰ)

(مطلب) برائی کی سزا برائی کے برابر ملنی چاہیئے، البتہ جو معاف کر دے اور اصلاح حال کی کوشش کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے، خدا تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا،

سفاکوں اور قاتلوں کے ہاتھ سے خاموشی کے ساتھ قتل ہوجانا، ان کی تلواروں، تیروں اور بھالوں کو دیکھ کر سہم جانا، اپنے مال، اپنی بیوی بچوں کو بآسانی ان کے حوالہ کر دینا، اسلام اسے بزدلی کی موت قرار دیتا ہے اور ایسی موت پر ہزار بار لعنت بھیجتا ہے، بزدلانہ موت نہ قوم کے لئے باعث فخر ہے نہ ملک اور انسانیت کے لئے نیک فال ہے،

ایسے بزدل جن میں حمیت اور غیرت نہو پورے ملک کے لئے باعث ننگ وعار ہیں۔

وہ بزدل جو اپنے ظالم پڑوسی کے ہاتھ سے اپنی جان ومال اور آبرو کی حفاظت نہیں کر سکتا وہ ملک پر حملہ کرنے والے دشمنوں سے اپنے ملک کو بچانے کے لئے بھی میدان میں نہیں نکل سکتا اور ایسی حکومت جو کسی مصلحت سے بھی ملک میں ایسے بزدلوں کو پرورش کرتی ہے، ایسے بزدلانہ جذبات کو فروغ دیتی ہے، ایک طبقہ میں احساس کمتری پیدا کرتی ہے وہ حکومت بھی بیرونی دشمنوں سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ سکتی،

اسی لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کو اسلامی اسٹیٹ میں پوری آزادی عطا فرمائی، ایک بے گناہ غیر مسلم کہیں مارا گیا تو اس کے قصاص میں مسلمان کا خون بہایا گیا، جان ومال کی حفاظت کے لئے ہتھیار رکھنے اور قوت پیدا کرنے کی جس قدر آزادی مسلمانوں کو دی گئی اسی قدر غیر مسلم لوگوں کو بھی عطا کی گئی، تاکہ غیر مسلم اقلیت میں کسی قسم کا احساس کمتری پیدا نہو۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ فارس کے میدانوں میں عیسائی اقلیت کے جوانوں نے مسلمانوں کے دوش بدوش دشمنوں کا مقابلہ کیا، جس طرح مسلمان عربوں نے ایرانیوں کے خلاف جوہر دکھائے، اسی طرح عیسائی عربوں نے بھی بہادری کا حق ادا کیا،

اسلامی مملکت میں اگر عیسائیوں کے ساتھ سوتیلی اولاد کا سلوک کیا جاتا اور مسلم اکثریت کے ہاتھ میں قانون دے کر انہیں ہر طرح کی چھوٹ دیدی جاتی تو عیسائی اقلیت پٹتے پٹتے اور دبتے دبتے بالکل مردہ ہو جاتی اور وقت پڑنے پر وہ اپنے ملک کو دشمنوں سے بچانے کے لیے مسلمانوں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر نہ کھڑی ہوتی اور نہ کھڑے ہونے کے قابل رہتی۔

رسول پاک انسانی اور قومی نفسیات کے اس گر کو اچھی طرح سمجھتے تھے، اس لئے آپ نے قاتلوں اور سفاکوں کے ساتھ کبھی رعایت نہیں کی اور ملک کے کسی طبقہ کو مظلوم بنے رہنے پر مجبور نہ کیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے ایک یہودی دکاندار کے طمانچہ مار دیا تو آپ نے انہیں عدالت کے کٹہرے میں طلب کر لیا۔

حضرت خالدؓ نے ایک غزوہ میں ایک بے گناہ کو غلطی سے قتل کر دیا تو آپ نے ان سے منہ موڑ لیا اور دعا کی کہ خدایا! میں خالدؓ کے اس گناہ سے بری ہوں۔

ایک مسلمان سے چوری کا ارتکاب ہو گیا اور اس کے گھر والوں نے چوری کا الزام ایک یہودی پر ڈالنا چاہا اور حضور کو اپنی چرب زبانی سے متاثر کرنے کی کوشش کی تو فوراً وحی الہٰی نے حقیقت کا اظہار کیا اور بتایا کہ یہودی بے گناہ ہے۔

حکومت مجرموں کو قرار واقعی سزا دیتی رہتی ہے اور انصاف

کے تقاضوں سے مُنہ نہیں موڑتی تو ملک کے کسی طبقہ میں بے اعتمادی اور احساسِ کمتری پیدا نہیں ہوتی ،

البتہ جب حکمراں جانب دار بن جاتے ہیں اور انصاف کا خون ہونے لگتا ہے تو ضرورت پڑتی ہے کہ عوام اپنی حفاظت ، ملک کی حفاظت ، ملک کے املاک کی حفاظت ملک کے وقار کی حفاظت کے لئے خود کھڑے ہوں اور جو طبقہ قانون ہاتھ میں لے کر میدان میں نکلے اس طبقہ کو تباہ کاریوں سے باز رکھنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیں، عزت کی موت مریں، ذلت کی موت مرنا گوارا نہ کریں۔

اسلامی تاریخ میں عزت کی موت مرنے اور ظلم کی مدافعت میں جاں بازانہ شہادت کی جو مثالیں صحابہ کرام نے قائم کی ہیں اور رسول پاک ؐ نے قائدِ جلیل کی حیثیت سے جس شجاعت اور عزم و تدبر کا نمونہ پیش کیا ہے۔

پیشِ نظر کتاب میں اختصار کے ساتھ اسی سبق کو دوہرایا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ قوم کے جوان بچے، عورتیں اور مرد یکساں طور پر اس کتاب سے فائدہ اُٹھائینگے کتاب کی زبان کو سب کے لئے مفید بنانے کیلئے نہایت سادہ اور آسان رکھا گیا ہے۔

اخلاق حسین قاسمی

۲۹ر جولائی ۱۹۶۴ء

اسلامی غزوات بعہد رسالت

رسول پاک کی دفاعی مہمات

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سال تک مکہ میں مظلومیت کی زندگی گذاری، آپ نے جب دیکھا کہ مشرکین کسی طرح دین حق کی اشاعت اور انسانیت کی اصلاح کے لئے آپ کو کام کرنے کا موقعہ دینا نہیں چاہتے تو آپ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمالی، مشرکین نے آپ کو مدینہ منورہ میں بھی چین کے ساتھ کام نہ کرنے دیا اور مدینہ پر جارحانہ حملے شروع کر دیئے۔

اب آپ نے مجبور ہو کر طاقت کا جواب طاقت سے دینے کا راستہ اختیار فرمایا۔

اخلاق و درگذر کو کمزوری سمجھنے والے دشمنانِ حق جب تلوار اٹھا کر میدان میں نکل آئے تو رسول پاک نے اپنے کمزور اور مادی وسائل سے محروم ساتھیوں کو خدا کا نام لے کر ان کے ظلم و جور کو روکنے کے لئے میدان میں لا کھڑا کیا،

حضور نے ۲ھ ہجری سے ۹ نو ہجری تک ۸ سال کے عرصہ میں تقریباً ۲۶ غزوات میں حصہ لیا۔

پہلی بار بدر کے میدان میں قریش مکہ سے آپؐ کا مقابلہ ہوا، مسلمانوں کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی اور دشمنان حق ابو جہل جیسے سپہ سالار کی کمان میں ایک ۱۰۰۰ ہزار کی تعداد رکھتے تھے۔ مسلمان نہتے تھے اور دشمن تمام ساز و سامان سے لیس تھے۔ اسکے باوجود رسول پاک جیسے عزم و حوصلہ رکھنے والے قائد کی رہنمائی میں مسلمان کامیاب ہوئے۔ مسلمان صرف ۱۴ چودہ شہید ہوئے دشمن ستر قتل کیے گئے اور ستر ہی گرفتار ہو کر آئے۔

خندق کے میدان میں مسلمان صرف ۳۰۰۰ تین ہزار تھے اور دشمن دس ۱۰۰۰۰ ہزار۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تدبر اور شجاعت کی بدولت مسلمان فتح مند ہوئے اور دشمن ناکام لوٹے۔

یہود بنو قریظہ سے مقابلہ ہوا اور یہود کو شکست فاش ہوئی۔ دشمن کے چار سو آدمی قتل ہوئے اور دو سو گرفتار کیے گئے۔

خیبر کے مقابلے میں رسول پاک کی زیر کمان تیرہ ۱۳۰۰ سو مسلمان تھے اور یہود دس ۱۰۰۰۰ ہزار کی تعداد میں نکلے تھے مگر انہیں شکست ہوئی۔

وادی القزار کے غزوے میں آپکے ساتھیوں کی تعداد کل تیرہ ۱۳۰۰ سو تھی۔ آپنے اس مقابلہ میں بھی دشمنوں کو پسپا کر دیا۔

حُنین کی لڑائی میں عرب کے بڑے بڑے قبائل مقابلے میں آئے آپ کے ساتھیوں کی تعداد صرف بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) تھی۔ رسول پاک کی شجاعت اور تدبّر کی بدولت حق کو فتح نصیب ہوئی۔ دشمن کے اکہتر (۷۱) آدمی قتل ہوئے اور چھ ہزار (۶۰۰۰) گرفتار کئے گئے۔

طائف کے غزوے میں بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) ساتھیوں کے ساتھ آپ نے دشمن کا محاصرہ کیا اور ایک مہینے کے بعد دشمن آپ کی اطاعت کرنے پر خود بخود مجبور ہو گئے۔ تبوک مقابلے میں رومی شہنشاہیت کے ناپاک ارادوں کو ناکام کرنے کے لئے رسول پاک تیس ہزار (۳۰۰۰۰) ساتھیوں کو لے کر نکلے۔ اور بڑے طاقتور دشمن پر اپنا رعب قائم کر کے واپس تشریف لے آئے۔ دشمن کو مقابلے کی ہمت نہ ہوئی۔

اُحُد کے غزوے میں ساتھیوں کی کمزوری سے مسلمانوں کو نقصان پہنچا۔ لیکن جب آپ نے بھاگتے ہوئے مسلمانوں کو للکارا تو مسلمان لوٹ آئے۔ اور پھر چند منٹ میں میدانِ جنگ کا نقشہ پلٹ گیا۔

اُحُد میں مسلمانوں کو ایسی ٹھوکر لگی کہ انھوں نے پھر رسول اکرم کی اطاعت میں کوتاہی نہ کی۔

حضرت علی رضؓ جیسے بہادر کا بیان ہے کہ:-

"میں ہر جنگ میں رسول پاک کی پناہ لیتا تھا ہم سب میں

حضور ہی دشمنوں سے زیادہ قریب ہوتے تھے اور سب سے زیادہ بہادر وہی شخص سمجھا جاتا تھا جو حضور سے زیادہ قریب ہوتا"

براہِ راست جس دشمن سے آپ کا مقابلہ ہوا وہ ابی بن خلف عرب کا مشہور سپہ سالار تھا۔ یہ آپ کا بدترین دشمن تھا۔ احدؔ کے میدان میں اس نے آپکو للکارا۔ آپ کے ساتھی اس کی طرف بڑھے مگر آپ نے سب کو پیچھے ہٹا دیا اور اکیلے اس کے مقابل ہو گئے۔ حضور نے پہل کر کے اس کے ایک نیزہ مارا جو اسکی گردن میں لگا۔ اس کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور مارا گیا۔ مارا گیا کا شور مچاتا ہوا زمین پر گر پڑا۔ اور جہنم رسید ہو گیا۔

عرب کے مشہور پہلوان رکانہ سے آپ کی کشتی ہوئی اس نے چیلنج کیا تھا کہ اگر آپ مجھے کشتی میں پچھاڑ دیں گے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ حضورؐ نے اس کے چیلنج کو قبول کیا چنانچہ کشتی ہوئی اور آپ نے اسے پچھاڑ دیا۔

آپ کے بہادرانہ عزم کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ رات کے وقت مدینہ منورہ سے باہر غل شور کی آوازیں بلند ہوئیں۔ لوگ سمجھے دشمنوں نے حملہ کر دیا۔

صحابہ کرام شور کی جانب روانہ ہوئے۔ آگے بڑھ کر کیا دیکھا کہ حضور تلوار گلے میں ڈالے گھوڑے پر سوار واپس آرہے ہیں۔ آپ نے مسلمانوں کو دیکھ کر فرمایا گھبراؤ نہیں کوئی بات نہیں ہے۔

غرضیکہ جس ذات گرامی نے عفو و درگذر کی مثال قائم کی اسی نے مقابلے اور مدافعت کے میدان میں بہادرانہ عزم اور حوصلے اور بہترین جنگی مہارت کا بھی ثبوت پیش کیا۔

— ٭ —

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم
راہِ حق کے سب سے بڑے مجاھد

پیش نظر کتاب میں اسلامی عہد اور دورِ رسالت کے شہیدوں کا تذکرہ پیش کیا جا رہا ہے لیکن اس تذکرہ سے پہلے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجاہدانہ سیرت کا عنوان آپ کے سامنے ہے، کیونکہ محبت کے ساتھ انصاف بھی چاہتا تھا کہ اس ذاتِ گرامی کی قربانیوں کا ذکر خیر پہلے کیا جائے جس کی قربانیوں نے اپنے غلاموں کو بے لوث قربانیاں دینے کا سبق دیا۔

تاریخ میں دولت و حشمت اور تخت و تاج کے لیے جان دینے والوں کے نام تو ملتے ہیں مگر ایسے اللہ والوں کے نام جو صرفِ حق کی سربلندی کے لیے جان و مال کی بازی لگا گئے اگر نظر آتے ہیں تو صرف غلامانِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صف میں نظر آتے ہیں اور یہ حضور ہی کی تعلیم و تربیت کا فیض تھا۔

جس خار کو چاہے وہ گُل تر ہو جائے
دیکھے جو صدف کی سمت گوہر ہو جائے
ادنیٰ میرے ساقی کا تصرف ہے یہ
جس جام کو منہ لگائے کوثر ہو جائے

پس انسانی تاریخ کو اگر یہ عظمت نصیب ہوئی ہے کہ اسمیں حق کے لئے جان و مال قربان کرنے والوں کے نام نظر آتے ہیں تو یہ حضور ہی کا صدقہ ہے۔ اس لئے شہیدوں کا تذکرہ شروع کرنے سے پہلے حضور کی مجاہدانہ قوت کا ذکر پاک کیا جا رہا ہے۔

حضور ظاہری شہادت سے دوچار نہیں ہوئے حالانکہ آپؐ آرزو فرمایا کرتے تھے کہ کاش! میں خدا کی راہ میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں،

اس آرزو اور جذبہ کے ساتھ حضور بارہا دشمنوں کے مقابلہ میں تشریف لے گئے، بارہا حضور نے ایک کامیاب جرنیل کی حیثیت سے لشکرِ اسلام کی کمان فرمائی۔

غزوہ احد میں دشمنوں کے ہاتھ سے زخمی بھی ہوئے حنین میں تنِ تنہا، دشمنوں کو للکارا بھی، لیکن دشمنان اسلام کو کبھی اتنا موقعہ نصیب نہ ہوا کہ حضور کو شہید کر دیتے، ٹھیک ہے کہ شہادت کی موت بہت بڑی سعادت ہے لیکن حضور خدا کے آخری نبی تھے، دین حق آپ کے ہاتھوں مکمل ہونا تھا، سرزمین عرب سے شرک و بت

پرستی کا خاتمہ آپؐ کے ذریعہ مقدر تھا، آپ کو ایک ایسی جماعت کی تنظیم کرنی تھی جو دینِ حق کو سرزمین عرب سے آگے بڑھا کر تمام دنیا میں اُسے پھیلا دے۔

اتنے اہم مشن کی تکمیل کرنے والا قائد اگر شہید ہو جاتا تو اس کی تحریک کو دھکا لگ جاتا، اس کے مشن کی عظمت و شوکت کو نقصان پہنچ جاتا، اس کا مقدس کام ادھورا رہ جاتا،

اس لئے حضور آخر دم تک باطل کے مقابلہ میں سربلند اور غالب رہے اور باطل کے ہاتھوں ہر قسم کی پسپائی اور ہزیمت سے خدا تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا،

البتہ شہادت کی موت کے علاوہ راہِ حق میں جس قدر تکلیفیں آپ نے اٹھائیں، جتنی اذیتیں آپ نے برداشت کیں جس بہادری اور حوصلہ کے ساتھ مشکلات کا مقابلہ آپ نے کیا، اس کی مثال رسولوں اور پیغمبروں کی تاریخ میں ملنا ممکن نہیں، آپ نے خود فرمایا،

ہر رسول اپنے رتبہ کے مطابق آزمائش میں ڈالا جاتا ہے اور خدا کی راہ میں سب سے زیادہ مصیبتیں میں نے اٹھائی ہیں۔

شہداء حق کا مقام

حیاتِ ابدی

دنیا کی زندگی میں ایک شہید کو کیا عظمت حاصل ہوتی ہے؟
اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں،
شہید اپنے خون کے ہر قطرہ سے مردہ قوم کی رگوں میں زندگی
کی حرارت پیدا کرتا ہے،
شہید کی موت قوم کی زندگی ہے اس لئے اس کی موت
کو حیات جاوید کہنا صحیح ہے،
اسی لئے قرآن حکیم نے فرمایا، جو خدا کی راہ میں مارا جائے
اسے مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہے، لیکن تم ان کی زندگی کا
شعور نہیں رکھتے۔

لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء
ولکن لا تشعرون

آخرت کی زندگی میں شہید کا مقام کیا ہوگا؟،
قران کہتا ہے کہ وہ آخرت میں زندگی کا وہ مقام رکھتا
ہے جو دوسروں کو نصیب نہیں،

حدیث میں آتا ہے:۔

شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہتی ہیں، جو جنت میں کھاتے پیتے پھرتے ہیں اور ان قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں جو عرش الٰہی کے نیچے معلق ہیں، وہ روحیں دعا کرتی ہیں۔ خداوندا! ہمارے بھائی بندوں کو ہم سے ملا دے اور اپنا وعدہ پورا فرما۔

یہ تمثیل واستعارہ کے طور پر فرمایا گیا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ شہداء حق کی ارواح کو عالم قدس میں سیر کرنے اور عرش الٰہی کے سایہ میں آنے کی پوری آزادی حاصل ہوتی ہے۔ حضرت مجدد سرہندی رحمتہ للہ علیہ فرماتے ہیں،،

اللہ کی راہ میں مارے جانے والے چند باتوں میں انبیا علیہم السلام پر فضیلت رکھتے ہیں یعنی

(۱) شہیدوں کو غسل کی حاجت نہیں (۲) امام شافعی کے مسلک کے مطابق وہ یہ نماز جنازہ کے محتاج نہیں،،

(۳) قرآن کریم نے شہداء کو مردہ کہنے سے منع کیا ہے اور انبیاءؑ کو مردہ کہا گیا ہے لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ شہید کلی طور پر نبی سے افضل ہو گیا بلکہ یہ جزدی فضیلت ہے جس سے انبیاءؑ علیہم السلام کی کلی فضیلت میں فرق نہیں پڑتا۔ (مکتوب ۱۲۲ دفتر سوم)

حضرت مجدد صاحب نے انبیاء کیلئے قرآن کریم کے حوالہ سے

"مردہ" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں،
اور بیہقی نے حضرت انس رضؓ کی روایت سے یہ نقل کیا ہے۔
ان الانبیاءؑ احیاءٌ فی قبورھم یصلون۔
حضرات انبیاءؑ اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں،
اسی سلسلہ کا ایک مسئلہ ہے "حیات النبی" کا عقیدہ، جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق امت کے ایک بڑے طبقہ کا مسلک ہے، اب اس پیچیدگی کا حل کیا ہے، ؟
محقق اسلام حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رح نے اس مسئلہ کو جس انداز سے حل کیا ہے وہ عقل اور نقل دونوں سے مطابقت رکھتا ہے۔
حدیث مذکور کی وضاحت فرماتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں،
اس حدیث کی مراد کو سمجھنے میں لوگوں کو بڑی مشکل پیش آئی ہے، وجہ یہ ہے کہ روح تو سب کی زندہ ہے خواہ مومن کی روح ہو، خواہ کافر کی روح، روح کیلئے فنا نہیں،
پھر انبیاءؑ کو حیات کس معنی میں کہا گیا۔؟
حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث اور اس معنی کی دوسری حدیثوں میں "حیاتِ روح" کا بیان مقصود نہیں، روح کا فنا نہ ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے بلکہ ان احادیث میں "روح کے عدم تعطل"

کا بیان ہے،

یعنی ایک ہے رُوح کا زندہ رہنا اور ایک ہے اس کا اعمال خیر میں مشغول ہونا،

اس قسم کی احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء کی پاک روحیں اعمال خیر میں مشغول رہتی ہیں اور ان پر جمود و تعطل طاری نہیں ہوتا، لیکن کافر کی روح پر جمود و تعطل طاری رہتا ہے۔

آگے فرماتے ہیں،

اس حیات (حیاتِ معنوی) کے بے شمار درجہ ہیں، خدا کے رسولوں کی حیات اتم و اکمل ہے، پھر درجہ بدرجہ یہ حیات دوسرے اہل ایمان و تقوی کو حاصل ہوتی ہے، بخلاف کافر کے، کافر مردہ ہے اپنی قبر میں،

اس لحاظ سے کہ کافر کی رُوح اعمال خیر سے محروم رہتی ہے۔

دیلمی نے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ حضور نے کسی شاعر کا یہ شعر پڑھا:۔

لیس من مات فاستراح بمیت
انما المیت میت الاحیاء

یعنی وہ شخص مردہ نہیں جو مر کر آرام سے ہو گیا، مردہ تو وہ ہے جو اس زندگی کے بکھیڑوں میں گھرا ہوا ہے،

(فیض الباری جزو ثانی ص۶۵)

(حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رح)

پس اسی تشریح کے مطابق رسول، صدیق، شہید، صالحین کے چاروں طبقوں کو اسی ترتیب سے آخرت میں "مقام حیات" حاصل ہے۔

اسلامی جہاد کی حقیقت

اس کتاب میں آپ کے سامنے جہاد کا لفظ بار بار آئے گا، اس لفظ کو مخالفین اسلام نے بہت بدنام کر دیا ہے، مسلمانوں نے بھی اس لفظ کو جا و بے جا استعمال کر کے اسکی عظمت و حقیقت کو نقصان پہنچایا ہے جہاد کیا ہے؟ ہر لڑائی، ہر قسم کے جنگ و جدال کو جہاد نہیں کہا جا سکتا، زر، زمین کے لیے، حکومت و اقتدار کے لیے تلوار اٹھانا جہاد نہیں ہے، جب "اہل حق" ظلم و جور کی طاقتوں کے خلاف اپنے حق کے لئے آواز اٹھائیں اور ظلم کی طاقت اسے دبانے کی کوشش کرے اور اہل حق اپنی حفاظت کے لئے میدان میں نکلیں تو اس مقابلہ حق و باطل کا نام جہاد ہے۔

جہاد میں عورتوں اور بچوں پر ہاتھ نہیں اُٹھایا جاسکتا، کھیتوں میں آگ نہیں لگائی جاسکتی، عبادت گاہوں اور عبادت گاہوں میں بیٹھے ہوئے عابدوں کے ساتھ زیادتی نہیں کی جاسکتی، صرف ان لوگوں کا مقابلہ کیا جاتا ہے جو میدان میں نکل کر طاقت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جہاد ظلم نہیں ہے، ظلم کے خلاف لڑائی ہے۔

شہدائے حق کا تذکرہ

اسلام کی پہلی شہید حضرت سُمیہؓ کی شہادت

سُمیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مشہور صحابی حضرت عمار ابن یاسرؓ کی ماں ہیں یوں تو اسلام قبول کرنے کے جرم میں عام طور پر کمزور اور بے سہارا لوگوں پر مکہ میں وہ ستم ڈھائے گئے جن کے خیال سے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، لیکن یاسرؓ کے گھر والے خاص طور پر قریش کی

زیادتیوں کا شکار ہوئے یہی وجہ ہے کہ اسلام کی خاطر جسے سب سے پہلے خدا کی راہ میں شہید ہونے کا شرف حاصل ہوا وہ یاسرؓ کی بیوی سُمیّہؓ ہی ہیں۔

حضرت سُمیّہؓ کا بڑھاپا تھا، جب اسلام کا سورج چمکا، میاں، بیوی اور بیٹا تینوں نے اسلام قبول کر لیا مغیرہ کے خاندان نے تکلیفیں دینا شروع کیں، یہ اس خاندان کی غلام تھیں، لیکن ان کے قدم نہ ڈگمگائے۔ اسلام پر ثابت قدم رہیں،

مارنے والے تھک گئے، ظلم کرنے والوں کے حوصلے پست ہو گئے مگر اس مظلوم کی استقامت میں فرق نہ آیا۔

لوہے کی زرہ پہنا کر انہیں جلتے ریت پر لٹا دیا جاتا، یہ دھوپ میں پڑی تپتی رہتیں، پٹتے پٹتے بے ہوش ہو جاتیں، جب ہوش میں آتیں، زبان سے جاری ہوتا:۔

"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

سر شمع ساں کٹائیے پر دم نہ ماریئے
منزل ہزار سخت ہو ہمت نہ ہاریئے (آتش)

حضورؐ اُدھر سے گذرتے اور توحید کی اس متوالی بڑھیا کو دیکھ کر فرماتے:۔

"یاسر کے گھر والو! صبر کرو، جنت تمہاری منتظر ہے"

ایک روز دن بھر تکلیفیں سہہ کر شام کو گھر واپس آئیں تو ابو جہل نے

انہیں گالیاں دینی شروع کیں، مغرور گالیاں بکتے بکتے اس قدر بے آپے ہوا کہ برچھی اُٹھا کر حضرت سُمیہؓ کے کھینچ ماری، برچھی ایسی کاری لگی کہ مظلوم سمیہؓ رفو جاں بحق ہو گئیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنا اجمعین،

بدر کے میدان میں جب ابوجہل سے قدرت نے انتقام لیا تو حضورؐ نے حضرت عمارؓ سے فرمایا:۔

"دیکھو! تمہاری ماں کے قاتل کا خدا نے فیصلہ کر دیا"[1]

ان کے شوہر یاسرؓ بھی دشمنوں کے ہاتھوں سے شہید ہوئے خدا کی قدرت دیکھئے! اسلام کے جاں نثاروں کی صفِ اوّل میں سب سے آگے جو نظر آ رہا ہے وہ ایک عورت ہے! عورت بھی کوئی رئیس زادی نہیں، ایک غریب زادی،

خستہ حال اور شکستہ خاطر۔۔۔۔ سچ کہا ہے اکبرؔ نے ؎

رہِ طلب میں ہے بس مقدم شکستہ دل اور چشم پُرنم
نہیں مؤثر کچھ اس میں ہمدم امیر ہونا غریب ہونا

غزوۂ بدر

حضرت حارثہ ابن سُراقہ کی شہادت

یہ وہ خوش نصیب انصاری ہیں جن کو اپنے خاندان میں سب سے پہلے شہادت کا مرتبہ نصیب ہوا،

---

[1] اصابہ جلد ۸ صـ۱۱۴

سرورِ عالم نے بدر کی طرف کوچ کا حکم دیا، تمام نیکیوں میں آگے آگے رہنے والا جان جوکھوں کے موقعہ پر بھی گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھا، سرورِ عالمؐ میدانِ جنگ کا معائنہ فرمانے تشریف لے جا رہے تھے، یہ بھی آپ کے ساتھ ہو لیئے۔

میدان جنگ میں پیاس نے ستایا، تالاب کے کنارے پانی پینے کھڑے ہو گئے، چند گھونٹ ہی حلق سے اُترے ہوں گے کہ دشمن کی طرف سے حبان ابن غرفہ نے ایک تیر مارا نشانہ صحیح تھا، تیر حارثہ کے حلق سے پار ہو گیا، پیاسے حلقوم سے خون کا فوارہ چھوٹ نکلا، حُورانِ بہشتی کو حکم ہوا کہ فوراً جاؤ اور پیاسے حارثہ کو شربت شہادت سے سیراب کرو۔

ماں باپ کی خدمت عین عبادت ہے اور ان کی خوشی رضائے الٰہی کی ضمانت۔۔۔۔ حارثہ اپنی بوڑھی ماں کے اکلوتے لال تھے، بڑے فرماں بردار اور اطاعت شعار، ایسے بیٹے کو بڑی بی نے اسلام پر نثار ہونے کی اجازت دے کر اپنے ایمان کا بڑا پکا ثبوت پیش کیا تھا اس لیے وہ بیٹے کی شہادت پر ماتم تو کیا کرتیں، ہاں اس بات کا خیال رہ رہ کر انہیں ضرور پریشان کر رہا تھا کہ دیکھیے خدا اس کی شہادت کو قبول بھی کرتا ہے یا نہیں؟

اس بے تابی کو لے کر وہ حضورؐ کے پاس آئیں، اور عرض کیا، حضور! حارثہ میرا فرمانبردار پیارا بیٹا خدا کی راہ میں قربان ہو گیا ہے یہ میری بڑی خوش نصیبی ہے، لیکن یہ تو بتائیے کہ وہ جنّت میں گیا، یا دوسری جگہ؟

اگر جنت میں گیا ہو تو میں صبر کروں، اور اگر دوسری جگہ اس کا ٹھکانا بنا ہو تو پھر خدا کے سامنے آہ وزاری کر کے اسے بخشواؤں سرور عالم نے فرمایا :-

حارثہ کی ماں ! یہ کیا کہا، ایک جنت ؟ جنتیں تو کئی ہیں اور حارثہ جنت الفردوس میں ہے، جو سب سے اچھی جنت ہے۔

بڑی بی یہ سُن کر باغ باغ ہو گئیں، اور خوشی کے جوش میں یہ کہتی ہوئی اُٹھیں، ... واہ واہ اے حارثہ ! واہ واہ اے حارثہ ![1]

سمجھ دار ماں باپ اولاد کے حق میں بُرے لفظ زبان پر نہیں لاتے، کوسنا پیٹنا تو درکنار، حارثہ کی ماں کی گفتگو کو دیکھو، جنت کے ساتھ دوزخ کا لفظ زبان پر نہیں لاتیں یہ کہتی ہیں، وہ جنت میں میں گیا یا دوسری جگہ"

صحیح کہا ہے کسی نے "جب بات نکالے منہ سے اچھی نکالے -"
قُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا ط

حضرت عُمیر ابن ابی وقاصؓ کی شہادت

حضرت عمیر مشہور صحابی حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کے چھوٹے بھائی ہیں حضرت سعد شروع ہی میں اسلام کے شیدائیوں میں شامل ہو گئے تھے، اس لئے جب عمیر نے ہوش سنبھالا تو گھر میں اسلام کی رنگینی

---

[1] اسد الغابہ لابن اثیر جلد اول صفحہ ۳۵۵

دیکھی، عمیر کو سعد جیسے بھائی کا سایہ عاطفت نصیب ہوا اسلئے بچپن ہی میں عمیر کو اسلام کے جاں نثاروں کی صف اول میں کھڑا ہونے کے قابل کردیا۔

بدر کے لئے اسلام کے مجاہدین تیار ہو رہے تھے، یہ بھی اس مجمع میں جا پہنچے، صرف سولہ سال کی عمر تھی۔ کبھی ادھر گھستے کبھی اُدھر شوقِ جہاد مجاہدوں کے ساتھ چلنے کے لئے بے تاب کر رہا تھا، ڈر یہ تھا کہ عمر چھوٹی ہے کہیں سرورِ عالم روک نہ دیں۔

بھائی کی بے قراری دیکھ کر حضرت سعد بولے، عمیر! کیا بات ہے؟ عمیر بولے، بھائی جان! میں بھی غزوہ میں شریک ہونا چاہتا ہوں، شاید دینِ حق کی حفاظت میں خدا تعالیٰ جانِ عزیز کی قربانی قبول فرمالے!

بھائی کا جواب سن کر سعد خاموش ہو گئے۔

سرورِ عالم مجاہدین کا معائنہ فرما رہے تھے، عمیر کی بھی باری آئی دیکھ کر فرمایا، تم واپس جاؤ، بیٹا! تم ابھی چھوٹے ہو بس عمیر یہ سن کر بچوں کی طرح دھاڑیں مار مار کر رونے لگے، نرم دل پیغمبر پر اس کا بڑا اثر ہوا، اور عمیر کے جذبات کا پاس کرتے ہوئے حضور نے انہیں ساتھ چلنے کی اجازت دیدی۔

عمیر کی خوش نصیبی دیکھئے، حضور نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اُن کی کمر میں تلوار باندھی، ہتھیاروں سے آراستہ کیا، اور اس طرح یہ دُولہا سج کر بڑے بڑے مجاہدین کے شانہ بشانہ میدانِ جنگ میں

کھڑا ہوا۔

جنگ شروع ہوئی، اس چھوٹے مجاہد کے جوش کا عجیب عالم تھا بھائی نے بے تابی دیکھ کر میان سے تلوار نکالی اور ان کے ہاتھ میں دی، بس عمیر کو اسی کا انتظار تھا۔ شیر کی طرح جھپٹے، ننھے ننھے ہاتھوں اور کمزور بازوں سے کب تک مقابلہ کرتے، کچھ دیر لڑے، آخر کار عمرو ابن عبدِ وُد نے تلوار کا ایک وار کیا، اور اس نونہال اسلام کو جامِ شہادت سے ہمکنار کر دیا[1]۔

حضرت عبداللہ ابن جحش رضؓ کی شہادت

مومن کی اول اور آخر بس یہی ایک آرزو ہوتی ہے کہ اس سے دین کی خدمت کا کوئی بڑا کام ہو جائے اور اگر اس سلسلہ میں جان کی قربانی قبول ہو تو عین سعادت۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضؓ فرماتے ہیں۔ "جنگ احد سے ایک روز پہلے میں نے اور عبداللہ نے ایک ساتھ دعا مانگی تھی، عبداللہ نے کہا، آؤ سعد کچھ دعا کریں"۔

میں ساتھ چلا گیا، ایک طرف بیٹھ کر، ہم نے دعائیں مانگیں، میں نے کہا:-

خداوندا! کل میدانِ جنگ میں جو دشمن میرے مقابلہ میں آئے

---

[1] اسد الغابہ لابن اثیر جلد ۴ صہ ۱۴۸

وہ نہایت جوشیلا اور بڑا بہادر ہو، اور تیری خوشنودی کے لئے میں اُسے قتل کرنے میں کامیاب ہوجاؤں، ۔عبداللہ نے میری اس دعا پر آمین کہا، عبداللہ نے دُعا کی :۔

الٰہی! کل میرے مقابلہ میں بھی کوئی بڑا خونخوار دشمنِ اسلام آئے، میں تیرے دین کی حفاظت کے لئے اس سے خوب لڑوں، یہاں تک کہ شہید ہوجاؤں، پھر وہ دشمن میرے ناک، کان کاٹ کر میری صورت بگاڑ دے، تاکہ جب میں تیرے سامنے پیش ہوں اور تو مجھ سے پوچھے، عبداللہ! یہ تیری صورت کس نے بگاڑ دی؟ تو میں عرض کروں، الٰہی! یہ سب کچھ تیرے اور تیرے رسول کے لئے ہوا، اور تو فرمائے ہاں عبداللہ! تو نے سچ کہا :۔

دوسرے دن حق و باطل کا مقابلہ ہوا، عبداللہ اس جوش سے لڑے کہ تلوار ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی، حضورؐ نے فوراً تلوار کی بجائے کھجور کی ایک پتلی ٹہنی انکے ہاتھ میں دیدی اسی ٹہنی کو لیکر پھر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے دیکھنے والے ظاہری آنکھوں سے دن کی روشنی میں یہ دیکھ رہے تھے کہ وہ ٹہنی تلوار کا کام کررہی ہے، یہ دیر تک اسی سے مقابلہ کرتے رہے، آخر ان کی تمنائے شہادت ابن اخنس کے ہاتھ سے پوری ہوئی، ان کی دعا کے مطابق دشمنوں نے اُن کا مثلہ کیا، چہرہ بگاڑا۔ سعد کہتے ہیں کہ میں نے شام کو دیکھا کہ دشمنوں نے اُن کے ناک، کان ایک تاگے میں پرو رکھے ہیں، میں دیکھ کر بولا :۔

خدا کی قسم! عبداللہ کی دُعا، میری دُعا سے بہتر تھی عبداللہ کو ان کے ماموں حضرت حمزہؓ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔[1]

"رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ"

حضرت سعد ابن خثیمہؓ کی شہادت

تم اس جستجو میں رہتے ہو کہ مومن کی پہچان معلوم ہو، سنو! مومن وہ ہے جو دین کی حفاظت کے لیے ہر وقت سینہ سپر رہے، جان مانگی جائے یا مال وہ اُسے پیش کرنے کے لئے سب سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے — اور منافق — وہ ہے جو ہر خدمت سے بھاگتا ہے، جی چُراتا ہے اور قربانی کے موقعہ سے کترا کر نکل جانے کی کوشش کرتا ہے۔

بدر کی جنگ حق اور باطل کا پہلا مقابلہ تھا، یہ دین کی حفاظت کے لیے جان کی بازی لگانے کا پہلا موقعہ تھا اور پہلی آزمائش، ہر مومن اس شوق میں بے قرار تھا کہ اس معرکہ میں شریک ہو۔

ایک گھر میں صرف دو باپ بیٹے تھے، ایک سعد اور ایک خثیمہ باپ کہہ رہے تھے، میں جاؤں گا، بیٹا! تم گھر میں رہنا۔ صاحبزادے کہہ رہے تھے، نہیں ابا جان! آپ گھر میں رہیئے اس دفعہ خدمتِ دین کا موقعہ مجھے ملنا چاہیئے، میں کیا کروں، اگر یہ معاملہ رضائے الٰہی اور جنت کا نہ ہوتا تو میں آپ کو اپنے اوپر مقدم رکھتا۔

---

[1] اسد الغابہ ج ا

دونوں کا اصرار جاری رہا، بالآخر یہ طے پایا کہ قرعہ ڈالا جائے، قرعہ ڈالا گیا، بیٹے کا نصیبا جاگا، اور اس کا نام نکل آیا، باپ مجبور ہو گئے اور بیٹے کو غزوہ میں شریک ہونے کی اجازت دیدی۔

حضرت سعد مجاہدین کے ساتھ بدر پہنچے، جس شوق سے آئے تھے اسی شوق اور جذبہ سے لڑے، — خدا تعالیٰ نے شرکت قبول فرمائی اور ایک خونخوار دشمنِ حق طعیمہ ابن عدی کے ہاتھ سے جامِ شہادت نوش فرمالیا۔[1]

اُنہی نے عطا کی تھی جان حزیں ٭ ہوا خوب انہی پر فدا ہو گئی

غزوۂ اُحد

سید الشہدا حضرت حمزہ رضؓ کی شہادت

بدر کی جنگ حق و باطل کا فیصلہ کن معرکہ تھا، اس میں جو ظالم تھے انہیں شکست ہوئی، اور جو مظلوم تھے اور حق پرست انہیں فتح تین سو تیرہ کی کمزور اور بے سرو سامان اقلیت کے ہاتھ سے ایک ہزار طاقت ور اکثریت کا شکست کھا جانا کم عبرت انگیز نہ تھا، اس سے قریشی ظالموں کی آنکھیں کھل جانی چاہیے تھیں، مگر ہوش میں آنے کے بجائے اندھے جوش میں آکر انہوں نے مدینہ پر پھر ایک بہت

---

[1] اسد الغابہ جلد اول ص ۲۷۵ و ص ۲۷۶

بڑا حملہ کیا۔ تاریخ میں یہ واقعہ "غزوۂ اُحد" کہلاتا ہے۔ یہ ۳ھ میں پیش آیا۔

بدر کے معرکے میں جس "شیرِ خدا" نے سب سے زیادہ باطل پر حق کی دھاک بٹھائی وہ حضرت حمزہ رضؓ تھے۔ دونوں ہاتھوں میں تلواریں تھیں، شتر مرغ کی کلغی لگائے شیر کی طرح بپھر بپھر کر دشمنوں پر حملہ کر رہے تھے۔ اس دن تنہا حضرت حمزہؓ نے تئیس بڑے بڑے بہادر قریشیوں کو قتل کیا تھا، خاتمہ جنگ کے بعد بدر کے قیدیوں نے پوچھا یہ کلغی لگائے کون کھڑا ہے؟ جواب ملا، یہ حمزہ ابن عبدالمطلب ہیں، بولے اس معرکہ میں سب سے زیادہ نقصان ہمیں اسی شخص نے پہنچایا ہے۔ یہ بڑا بہادر ہے۔

وہ عرب کا البیلا بہادر جو میدانِ جنگ میں احتیاطوں کو بزدلی سمجھتا تھا، جو صحنِ حرم میں ابوجہل کو للکار سکتا تھا، جو دارِ ارقم میں عمر کی آواز پر آگے بڑھ سکتا تھا، جو بدر کے میدان میں بڑے بڑے بہادروں کے چھکے چھڑا سکتا تھا وہ آج پھر شجاعانہ شہنشاہی کے جوہر کیوں نہ دکھاتا

اُحد میں بھی آپ بڑی بہادری سے لڑے، قریش پہلے ہی سے آپ کے خون کے پیاسے تھے، جبیر ابن مطعم کے چچا عتبہ کو بھی آپ نے بدر میں قتل کیا تھا، اس لئے جبیر خاص طور پر آپ کی تاک میں تھا، اس نے اپنے غلام وحشی نامی کو بدلے کے لئے آمادہ کر رکھا تھا، اور یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر تو نے حمزہ کا کام تمام کر دیا تو میں تجھے آزاد کر دوں گا۔

وحشی ایک چٹان کے پیچھے حمزہ کی گھات میں دبکا بیٹھا رہا، لڑتے لڑتے حضرت حمزہ اس طرف سے گذرے، وحشی نے حربہ کھینچ مارا، وہ حربہ آپ کی ناف میں لگا، اور پیٹ سے پار ہو گیا۔

حربہ چھوٹے نیزہ کو کہتے ہیں، یہ حبشیوں کا خاص ہتھیار تھا اس کے چلانے کی انھیں خاص مہارت ہوتی تھی۔

شیر خدا کا وقت آچکا تھا، بہت چاہا کہ پلٹ کر حملہ کریں مگر لڑکھڑا کر گر پڑے، اور رُوح پرواز کر گئی۔

دُشمن کی عورتوں نے خوشی کے ترانے گائے، ان کے حوصلے بلند ہو گئے، ہندہ نے اپنے باپ عتبہ کی موت کا بدلہ لیا، آپ کے ناک کان کاٹے، اور ان کا ہار بنا کر گلے میں ڈالا، خود اپنا ہار خوشی میں حبشی کو دے دیا، اسی پر بس نہیں کی، پھر حضرت حمزہ کا پیٹ چاک کیا، جگر نکال کر چبایا، چبا کر تھوک دیا۔

ایسے حالات میں جبکہ حق و باطل فیصلہ کن مرحلوں سے گذر رہے تھے، حمزہؓ جیسے بہادر کی موت کچھ کم افسوسناک نہ تھی، اسلام کی شمشیر خارا شگاف ٹوٹ گئی تھی، اور ہادی اسلام کا مضبوط بازو، اور پھر شہادت بھی ایسی مظلومانہ۔

جنگ کے بعد شہیدوں کو دیکھا گیا، اسلام کے بڑے بڑے بہادر سپوت اُحد کی خاک پر خون میں نہائے پڑے تھے، خود محبوب خدا بھی زخموں میں چور تھے، سرور عالم معائنہ فرماتے ہوئے حضرت حمزہ

کی لاش پہنچے، بہت کچھ صدمہ تھا اور بہت افسوس، مگر حمزہ کو دیکھ کر سب کچھ بھول گئے، بڑی دردناک حالت تھی، امام الصابرین کے صبر و ضبط کا پیمانہ چھلک گیا۔[۱]

بے ساختہ خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا:۔

چچا جان! تم پر خدا کی رحمتیں برسیں، خالق کا حق ادا کرنے میں بھی بازی لے گئے اور مخلوق کا حق ادا کرنے میں بھی کمال کر دیا۔[۲]

دیکھنے والوں میں سے ایک صاحب فرماتے ہیں:۔

حمزہ کا بگڑا ہوا چہرہ اور پھٹا ہوا پیٹ دیکھ کر آپ کی چیخ نکل گئی، اور نہایت غضبناک ہو کر فرمایا:۔

"یہ ظالم اگر میرے قابو میں آگئے، تو میں ایک کے بدلے ستّر آدمیوں کا مثلہ کر دوں گا، چچا جان! اگر مجھے پھوپی صفیہ یعنی تمہاری بہن کا خیال نہ ہوتا تو میں تمہیں اسی طرح بے گور و کفن پڑا رہنے دیتا، تاکہ چیل کوّے تمہیں کھا جاتے، اور قیامت کے دن تم انہی کے پیٹ سے نکل کر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوتے۔"

ایک کے بدلے ستّر کا مثلہ کرنے کا عہد محض غصّہ کی بات تھی، وحی الٰہی نے فوراً اس کی اصلاح کی کیوں کہ یہ اسلام کے قانونِ عدل کے خلاف تھا، آپ نے اس سے رجوع کیا، قسم کا کفارہ دیا،

---

[۱] فلم یر منظراً کان اوجع لقلبہ منہ [۲] وصولا للرحم فعولا للخیرات،

اور لوگوں کو صبر کی تلقین فرمائی۔

حضرت کی بہن حضرت صفیہ نے بھائی کا حال سُنا، چاہا کہ مظلوم بھائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں تاکہ دل کو صبر آجائے، حضور کو اس بات کا خیال تھا کہ عورت کمزور دل ہوتی ہے، اور پھر بھائی کی ممتا، ۔کہیں بہن بھائی کا یہ حال دیکھ کر بے تاب نہ ہو جائے، بے تاب ہو کر آہ و زاری نہ شروع کر دے، غازیانِ اسلام کے دل پہلے ہی زخمی ہیں، ذرا چھیڑنے کی دیر ہے، میدانِ جنگ ماتم کدہ بن جائے گا۔ ۔آپ نے اس خیال سے حضرت صفیہ کو بھائی کی صُورت دیکھنے کی اجازت نہ دی، حضرت صفیہ سمجھ گئیں بیٹے کو حضورؐ کے پاس بھیجا، حضرت زبیرؓ نے آکر اپنی ماں کی طرف سے حضورؐ کو اطمینان دلایا، آپ نے اجازت دیدی، صفیہ اسلام کی ایک بہادر خاتون تھیں، جاہلانہ نوحہ، ماتم سے انہیں کیا واسطہ تھا، ہاں! اتنا ہوا کہ جب بھائی کو دیکھا تو بے اختیار ہو کر رونے لگیں ' آخر بہن تھیں، اور بھائی'، ۔حمزہ جیسا بہادر اور ہمدرد، احد کی خاک پر اس طرح پڑا تھا کہ ہر دیکھنے والے کا کلیجہ پھٹا جاتا تھا۔

شہید نہ غسل کا محتاج ہوتا ہے نہ کفن کا، وہ اپنے خون میں نہایا، پاکوں کا پاک بنا، جن کپڑوں میں شہید ہوا انہی خاک و خون میں لتھڑے ہوئے کپڑوں اور زخموں سے چُور جسم کے ساتھ خدا تعالیٰ نے اس سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا، لیکن حمزہ۔ ان کا پیٹ پھٹا ہوا

آنتیں باہر نکل پڑی تھیں، اس لئے انہیں ایک کپڑے میں لپیٹنے کا حکم دیا گیا۔

حضرت حمزہ کو چادر میں لپیٹا گیا، لیکن آہ! وہ چادر ایسی تھی کہ سر ڈھانکا جاتا تھا تو پیر کھل جاتے تھے اور پیر ڈھانکے جاتے تھے تو سر کھل جاتا، سرور عالم ﷺ نے حکم دیا کہ سر ڈھانک دیا جائے اور پیروں پر گھانس رکھ دی جائے،

شہیدوں کے جنازے تیار ہو چکے تو نماز شروع ہوئی، سب سے پہلے افضل الشہداء[1] حضرت حمزہ کا جنازہ لایا گیا اور آپ ﷺ نے اُن کی نماز پڑھی، یہ اسلام کا وہ پہلا شہید ہے جس پر سب سے پہلے سرور عالم نے نماز جنازہ پڑھی، حمزہ رض پر بہتر (۷۲) دفعہ نماز پڑھی گئی۔

صحابہ کرام نے چاہا کہ مجاہدین اسلام کی لاشیں اپنے ساتھ مدینہ طیبہ لے جائیں اور وہیں دفن کریں۔

لیکن جو سرزمین ان عاشقانِ اسلام کی قربانیوں پر گواہ بنی تھی وہی ان کی بہترین امین ہو سکتی تھی، اس لئے آپ نے فرمایا، جہاں ان کا خون گرا ہے یہ وہیں رکھے جائیں گے۔

ﷺ

---

[1] حضور ﷺ نے حضرت حمزہ رض کو شہیدانِ اسلام کا سردار فرمایا ہے (احکام القرآن للجصاص ص ۳۰۹ ج ۱)

آنحضرت کا حزن و ملال

پیاروں کی جُدائی بڑی المناک ہوتی ہے، دل پر داغ بیٹھ جاتے ہیں اور ایسے زخم جو ہمیشہ ہرے رہتے ہیں۔

احد کی سرزمین پر باطل نے حق کی بڑی سخت آزمائش کی تھی، بڑے بڑے چوٹی کے بہادر خون میں نہائے تھے، مدینہ میں ہر طرف کہرام مچا ہوا تھا۔

ایک روز حضور بنی عبداشہل کے محلہ سے گذرے، عورتوں کو اپنے عزیزوں کی موت پر روتے سُنا۔ حمزہ کی جدائی کا غم تازہ ہوگیا ایک آہِ سرد بھری اور فرمایا۔ "افسوس! حمزہ پر تو رونے والیاں بھی نہیں ہیں۔"

دل میں ایک درد اُٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانئے کیا یاد آیا،

دوستوں کو علم ہوا، حضورؐ کے جملوں سے دل پر چوٹ لگی، اپنا غم بھول گئے، بہن بھانجیوں سے کہا، جاؤ! دولت کدہ نبوت پر اور حمزہ پر گریہ وزاری کرو، انصار کی عورتیں آئیں اور عرب کے دستور کے مطابق آہ و بکار شروع کر دیا، حضور کی آنکھ لگ گئی تھی، کچھ دیر کے بعد جب بیدار ہوئے تو فرمایا، یہ اب تک رو رہی ہیں؟ بس انہیں منع کر دو اور یہ کہدو کہ آئندہ کسی پر نہ روئیں۔

اس کے بعد عرب کا رسمی آہ وبکا ممنوع قرار دیدیا گیا۔

قاتل سے بیزاری

توبہ واصلاح کے بعد نہ پچھلے گناہ پر ملامت روا ہے اور نہ پچھلی زندگی پر طعنہ دینے کی اجازت ہے، وحشی حمزہ کے قاتل تھے، حمزہؓ جیسے شیدائی اسلام کا قتل اسلام کا عظیم الشان نقصان، سرور عالم کی اذیت، کیسے کیسے گناہ جمع ہو گئے تھے، مگر اسلام قبول کرنے کے بعد "وحشی" نہ حمزہ کے قاتل رہے، نہ اسلام کے دشمن، وہ ایک مومن تھے، اور مومنوں کی طرح۔

اسلام قبول کرنے کے بعد ایک روز وحشی سرور عالم کے پاس حاضر ہوئے، حضور نے پوچھا، کیا تم ہی وحشی ہو؟ عرض کیا۔ جی ہاں، فرمایا، "حمزہ کو تم ہی نے قتل کیا تھا؟" عرض کیا "سرکار کو جو معلوم ہوا ہے وہ صحیح ہے۔" حضور کے دل میں حمزہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ مومن وحشی کو سرور عالم اور تو کیا کچھ کہہ سکتے تھے، وحیٔ الٰہی باز پرس کر لیتی، ہاں صرف اتنا کہا۔ تو کیا تم مجھ سے اپنا چہرہ چھپا سکتے ہو؟ وحشی فوراً باہر آ گئے۔ وحشی اب سچے مومن تھے اور رسول اللہ کے عاشق، محبوب کے تیور دیکھ کر باہر چلے آئے۔ دل پر سخت چوٹ لگی، ندامت کے مارے تمام عمر حضورؐ کے سامنے تو نہ پڑے، ہاں ربِّ غفور سے یہ دعا کرتے رہے :-

"خداوندا! اس خطا کار کے چہرے کو تیرے رسول نے ناپسند فرما دیا، لیکن آخرت میں اسے سرخرو کر دیجو۔
یعنی دنیا تو چند روزہ ہے، اس میں تو یہ فراق خود رسول اللہ کی خوشنودی کے لئے برداشت کرلیا جائے گا لیکن آخرت میں بھی اگر یہ چہرہ حضور کی نظروں میں اتنا ہی ذلیل رہا تو وہاں کا دائمی فراق ناقابلِ برداشت ہوگا۔ لہذا مجھے رسول اللہ کے دین کی کوئی ایسی خدمت لیجیو کہ یہ ناراضگی محبت میں بدل جائے۔"

حضورؐ کا وحشی کو باہر کر دینا "ناراضگی" کی بنا پر نہ تھا اور نہ آپ جیسے فراخ دل، شفیق پیغمبرؐ سے۔ اس قسم کی توقع ہو سکتی تھی یہ صرف اس لئے فرمایا تھا تاکہ حمزہؓ کے صدمہ کا گہرا زخم بار بار تازہ نہ ہو، دل پیاروں کی مصیبت کو بھولتا نہیں، یہ اس کی فطرت ہے، اس لئے اس پر رسول سے تو کوئی مواخذہ نہ فرمایا۔ ہاں خدا تعالٰے نے وحشی کے ٹوٹے ہوئے دل کی صدا قبول فرمالی۔

سرورِ عالم کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں جب جھوٹے نبی "مسیلمہ کذاب" پر فوج کشی کی گئی تو اس جنگ میں وحشی نے شرکت فرمائی، اس اُمید پر کہ خدا تعالٰے اس دشمن رسول کا ان کے ہاتھ سے خاتمہ کرائیگا خدا تعالٰی نے وحشی کی یہ اُمید پوری فرمائی اور مسیلمہ کذاب حضرت وحشی کی تلوار سے واصلِ جہنم ہوا۔

حمزہ کا قتل اگر اسلام کا بہت بڑا نقصان تھا تو مسیلمہ کذاب کا قتل اسلام اور ناموسِ رسالت کی سب سے بڑی خدمت تھی۔

حضرت سعدؓ کی شہادت

احد کا معرکہ ختم ہوا۔ سرورِ عالم اگرچہ خود زخموں سے نڈھال تھے لیکن آپ کو اپنی فکر سے زیادہ اپنے دوستوں کا خیال تھا، سعد ابن ربیع نظر نہیں آ رہے تھے، پوچھا، کوئی سعد کی خبر تو لائے، یہ خزرجی فوج کے علم بردار تھے، ابی ابن کعبؓ اُٹھے، میدان جنگ کا چکر لگایا، سعد زخموں میں کہیں نظر نہ پڑے، مجبور ہو کر ابی ابن کعبؓ نے آواز دی، اس خیال سے کہ شاید کچھ جان باقی ہو، تو جواب دیں، بولے، سعد! مجھے حضورؐ نے بھیجا ہے، اگر زندہ ہو تو جواب دو، حضور کا نام سنتے ہی سعد نے ایک دھیمی آواز میں جواب دیا، سعد زخموں میں چور پڑے دم توڑ رہے تھے۔ فرمایا، سرورِ عالم کو میرا اسلام کہنا اور میری طرف سے عرض کرنا کہ "میں نے دشمن پر نیزے سے بارہ دفعہ حملہ کیا اور بالآخر میں نے اسے گرا دیا۔ اور میری قوم سے کہنا، جب تک تم میں سے ایک شخص بھی زندہ ہے حضور پر آنچ نہ آنے دینا، اگر تمہاری موجودگی میں حضور کا بال بھی بیکا ہوا تو خدا کے ہاں تمہارا کوئی عذر نہ سُنا جائے گا، کیوں کہ تم نے خدا کے رسولؐ سے اسی بات کا عہد کیا ہے۔"

اُبَیؓ ابن کعب فرماتے ہیں، میں ان کا پیغام سُنکر چلنے بھی نہ پایا تھا کہ ان کی رُوح پرواز کر گئی، گویا وہ اسی انتظار میں تھے کہ اپنی قوم کو رسول اللہ کی وفاداری کا پیغام دیں اور رخصت ہو جائیں۔

اُبَی ابن کعبؓ نے آگر سرورِ عالم کو سعد کے حال سے مطلع کیا، حضورؐ نے سُن کر فرمایا "خدا اُن پر رحم فرمائے وہ زندگی بھر خدا اور اس کے رسول کے خیر خواہ رہے، یہاں تک کہ مرتے مرتے خیر خواہی کی [1]"

حضرت مصعب ابن عمیرؓ کی شہادت

عرب کا سجیلا جوان، حسین، صورت، نازک مزاج، ماں باپ کا لاڈلا، مکہ میں اپنی شان کا نرالا، جب گھر سے باہر نکلتا تو جسم پر خوشبوؤں میں بسی ہوئی عمدہ سے عمدہ پوشاک ہوتی اور پیر میں بڑھیا سی جوتی، جس طرف سے گذرتا، لوگ انگلی اٹھاتے، دیکھو یہ ہے! خناس بنت مالک کا لاڈلا، ان کی ماں مکہ کی بڑی مالدار خاتون تھیں، ۔لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد۔ مصعب محبت حق اور خدمت خلق کے نشہ میں ایسے چور ہوئے کہ نہ وہ تکلف رہا، نہ وہ عیش و مستی

سامان کی محبت میں پوشیدہ ہے تن آسانی
مقصد ہے اگر منزل غارت گر ساماں ہو

---

[1] اسد الغابہ جلد اول ص۲۷۷ و ص۲۷۸

مصعبؓ کا حال اب یہ تھا۔

ایک روز مصعب اپنے محبوب کی خدمت میں حاضر ہوئے جسم پر صرف کھال کا ایک ٹکڑا تھا جس میں جگہ جگہ پیوند لگے ہوئے تھے۔

یہ انقلاب! خدا کی شان! صحابۂ کرام نے دیکھا اور عبرت سے گردنیں جھکا لیں، محبوبِ خدا کی آنکھوں میں آنسو آگئے، دینِ حق کی تاثیر و کشش پر خدا کا شکریہ ادا کیا، فرمایا:۔

الحمدللہ! اب دنیا والوں کی حالت پر انقلاب آجانا چاہیئے یہ وہ نوجوان تھا جس سے زیادہ مکہ میں کوئی خوش عیش نہ تھا، خوش پوش نہ تھا، خوشحال نہ تھا۔ لیکن نیکی کی رغبت اور خدا اور رسول کی محبت نے اس کو ہر چیز کی محبت سے بے نیاز کر دیا تھا۔[۱]

احد میں سرورِ عالم نے مصعبؓ کو مہاجرین کے لشکر کا علمبردار بنایا مصعب بڑی بہادری سے لڑے، ایک اتفاقی غلطی سے مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے، مصعبؓ اس وقت بھی دشمنوں کے نرغہ میں گھرے ہوئے مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے، ایک دشمن ابن قمیہ نے آگے بڑھ کر سیدھے ہاتھ پر تلوار کا وار کیا، جس سے مصعبؓ کا سیدھا ہاتھ کٹ گیا، مصعب نے اسلامی علم بائیں ہاتھ میں لے لیا جب دشمن نے بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا تو اس جانباز نے دونوں بازوؤں کے سہارے سے جھنڈے کو سینے سے چمٹا لیا۔

---

[۱] ابن سعد جلد ۳ صـ ۸۲ و [۲] اسد الغابہ ج ۴ صـ ۳۶۹ و صـ ۳۷۰

سرورِ عالم کے ایک گڑھے میں گر جانے کی وجہ سے دشمنوں نے مشہور کر دیا کہ محمدؐ مارے گئے، اس افواہ سے مسلمانوں کے جی چھوٹ گئے لیکن مصعبؓ ان ہمت ہارنے والوں کو جواب دیتے جاتے تھے، یہ آیت پڑھ کر:-

مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ	"محمدؐ صرف رسول ہیں، ان سے
خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ	پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔"

یہ آیت پڑھتے جاتے تھے اور جوش میں آ کر دشمنوں کے حلقے کو توڑتے جاتے تھے، ابن قمیہ پیچھے پڑ چکا تھا، مصعبؓ کی بہادری دیکھ کر وہ جھنجھلا اٹھا، غصہ میں تلوار پھینک دی اور نیزہ سنبھال کر اس زور سے مارا کہ اس کی آنی مصعب کے سینہ پیوست ہو کر ٹوٹ گئی اور مصعبؓ شہید ہو گئے۔

جنگ کے خاتمہ پر سرورِ عالم مصعب کی لاش پر تشریف لائے اور لاش کو خطاب کر کے فرمایا:-

میں نے تمہیں مکہ میں دیکھا تھا، جہاں تم سے زیادہ کوئی خوش عیش نہ تھا، لیکن آج میں دیکھتا ہوں، کہ تمہارے بال الجھے ہوئے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے۔

پھر آپ نے مجاہدین اسلام کو حکم دیا کہ شہدائے اسلام کی آخری زیارت کریں اور اظہارِ عقیدت کے طور پر ان کے لئے سلام و رحمت کی دعا کریں۔

پھر قسم کھا کر فرمایا:-

خدا کی قسم! قیامت تک جو شخص بھی ان پر سلام بھیجے گا یہ اُس کو جواب دیں گے۔

حضرت حنظلہ رضؓ کی شہادت

ان کا لقب ہے "غسیل ملائکہ" یعنی جنہیں فرشتوں نے غسل دیا۔
حضرت حنظلہ رضؓ جنابت کی حالت میں تھے کہ غزوۂ احد کے لئے کوچ کا اعلان ہوا، اعلان سنتے ہی کھڑے ہو گئے، شوق جہاد میں یہ بھی خیال نہ رہا کہ مجھے غسل کرنا ہے، صفیں مرتب ہوئیں، مقابلہ شروع ہوا دین کی حفاظت کے جوش میں بھرے ہوئے حنظلہ شمشیر بکف میدان میں اتر گئے۔
احد میں قریشی حملہ آوروں کے قائد ابوسفیان تھے، حنظلہ انہی پر ٹوٹ پڑے، ابوسفیان حملہ کی تاب نہ لاسکے اور گر پڑے، حنظلہ ابوسفیان کا کام تمام کرنے ہی والے تھے کہ ایک دشمن شداد نامی کی نگاہ پڑ گئی، شداد نے اپنے سردار کو بے بس دیکھ کر حضرت حنظلہ پر وار کیا، وار کارگر تھا، حضرت حنظلہ شہید ہو گئے۔
ابوسفیان کی جان بچ گئی، خوشی میں چلّائے۔ "حنظلہ کے بدلے حنظلہ" ۔ ابوسفیان کا ایک لڑکا حنظلہ تھا، جو بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا، ابوسفیان نے اس کی طرف اشارہ کیا۔
جنگ ختم ہو گئی، شہیدانِ حق کی لاشیں اکٹھی کی جانے لگیں، انصار میں اس وقت کہرام مچ گیا جب یہ پتہ چلا کہ حنظلہ کی لاش نہیں ہے۔

گھبراہٹ اس خیال سے تھی کہ اگر دشمن لاش کو لے گئے تو وہ اس کی بڑی بے حرمتی کریں گے، تلاش جاری تھی۔ اور تشویش بڑھ رہی تھی کہ حضورؐ کی ایک آواز نے انصار میں خوشی کی لہر دوڑا دی، آپ نے فرمایا:-

"حنظلہ! حنظلہ! لوگو! تم اسے زمین پر دیکھ رہے ہو وہ تو آسمان پر ہے اور فرشتے اُسے غسل دے رہے ہیں۔"

خاک کے پتلے کا یہ اعزاز اللہ رے کرم
رشک کرتے ہیں فرشتے میری قسمت دیکھ کر

حنظلہ — آسمان — فرشتے اور غسل؟ — سرورِ عالم بھی حیرت میں پڑ گئے اور مسلمان بھی، فرمایا، حنظلہ کے گھر جاؤ اور پوچھو کہ کیا بات ہے؟ صحابۂ کرام گھر پر آئے، حنظلہ کی بیوی نے سارا ماجرا سنایا۔ سرورِ عالم نے سن کر فرمایا ٹھیک ہے۔

"یہ غسلِ جنابت ہی ہے جو حنظلہ کو آسمان پر فرشتے دے رہے ہیں۔"[1]

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

٭

---

[1] اسد الغابہ ج ۱ ص ۶۷ و ص ۶۸ ٭

حضرت اَنس رضؓ کی شہادت

حضرت انس ابن نضر، بڑی شان کے ہیں یہ صحابی، خدا کے لاڈلے، نبیؐ کے چہیتے، خدا کے رسولؐ نے شہادت دی، کچھ خدا کے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جب وہ کسی بات پر قسم کھا لیتے ہیں تو خدا تعالےٰ اُن کی قسم کی لاج رکھتا ہے، انسؓ انہی میں سے ہیں۔

حضرت انسؓ کسی شدید مجبوری کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے، بڑا قلق ہوا، حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا۔ حضورؐ! مجھے افسوس ہے کہ میں بدر میں شریک نہ ہو سکا، لیکن اگر میں زندہ رہا تو دُنیا دیکھے گی کہ خدا تعالیٰ مجھ سے کیا کام لیتا ہے۔

یہ شیخی کی بات نہ تھی، ایک سچے مومن کے دلی جذبات کا اظہار تھا، وقت آیا، بڑی کڑی آزمائش کا غزوۂ احد برپا ہوا، اس قدر گھمسان کا رن پڑا کہ اکثر صحابہ کے پیر اکھڑ گئے، غلطی اپنی تھی۔ بہر حال میدان چھوڑنا پڑا، انسؓ میدان خالی دیکھ کر آگے بڑھے، دیکھا کہ راستہ میں عمرؓ، طلحہ اور بعض دُوسرے صحابہ سر پکڑے بیٹھے ہیں۔ چہروں سے بڑی مایوسی ٹپک رہی ہیں، پوچھا کیا بات ہے؟ وہ لوگ بولے، رسول اللہ شہادت پا چکے، اب ہم لڑ کر کیا کرینگے۔ انسؓ کی غیرت ایمانی جوش میں آگئی، کڑک کر بولے، کیا کہا، نہیں، بلکہ جب رسول اللہ ہی زندہ نہ رہے تو ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے اُٹھو، جس مقصد کے لئے

رسول اللہ نے جان دی ہے تم بھی اس مقصد پر قربان ہو جاؤ۔ یہ کہہ کر انس رضؓ آگے بڑھے راستہ میں سعدؓ سے ملاقات ہوئی، بولے سعد! کہاں جاتے ہو؟ خدا کی قسم مجھے اُحد کے پیچھے سے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔

اب انس رضؓ تنہا تھے اور دشمنانِ حق کا ٹڈی دل انس رضؓ لڑے اور بڑی بہادری سے لڑتے رہے، بالآخر شہید ہو گئے۔

خاتمۂ جنگ کے بعد جب اس شیدائے حق کو دیکھا گیا تو اس کے جسم پر تیروں اور تلواروں کے اسّی زخم تھے۔ ؎

بس یہی تو ماحصل ہے زندگیٔ عشق کا
کِسقدر دل شاد ہے داغوں کی کثرت دیکھ کر

اور سب کے سب سامنے تھے، پیچھے ایک بھی نہ تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ انس رضؓ نے تنہا ہوتے ہوئے بھی پیٹھ نہ دکھائی۔

شروع میں انس رضؓ پہچانے نہیں جا سکے، اسّی زخم! بھلا جسم کا کون سا حصہ صحیح سالم ہو گا؟ حضورؐ نے فرمایا، بہن کو بلاؤ، بھائی کو وہی پہچان سکیں گی، بہن آئیں، کلیجہ تھام کر رہ گئیں، دیکھتی رہیں کہ ان شہیدوں میں میرے بھائی انس رضؓ کی لاش کون سی ہے، بڑی مشکل سے ایک انگلی کو دیکھ کر فرمایا یہ ہے میرے بھائی انس رضؓ کی لاش [1]

---

[1] اسد الغابہ جلد ۱ صہ ۱۳۱ و صہ ۱۳۲۔

حضرت عبداللہ کی شہادت

ایمان کہتا ہے جب دین خطروں میں گھِر جائے، تو مومن کو سر ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں اُتر آنا چاہیئے۔ اُس وقت جو شخص جان و مال اور بیوی بچوں کے خیال سے پیچھے ہٹ جائے وہ منافق ہے۔

عبداللہؓ بن حرام دس بچوں کے باپ تھے، دس میں نو بیٹیاں تھیں، اور صرف ایک بیٹا تھا یعنی حضرت جابرؓ، کس قدر کچا ساتھ تھا، لیکن جب دین کی حفاظت کے لیے جان مانگی گئی تو اُحد کے دامن میں باطل سے مقابلہ کیا، اور داد شجاعت دے کر شہید ہو گئے۔

دُشمنوں نے دوسرے مجاہدین کی طرح ان کا بھی چہرہ بگاڑا، غازیانِ اسلام نے ان کی لاش پر کپڑا ڈال کر حضورؐ کے سامنے رکھ دیا بیٹے نے باپ کی صُورت دیکھی تو زار و قطار رو دیئے، بہن قریب کھڑی تھیں، انہوں نے بھائی کو اس حالت میں دیکھ کر چیخ ماری۔

اب یہ دیکھئے کہ خدا کے ہاں عبداللہ کے ایثار کی کیسی قدر کی گئی ؎

تمہیں بھی آ گیا ہو پیار جس پر ٭ کوئی ایسا شہید ناز بھی ہے

ایک دن سرورِ عالمؐ نے حضرت جابر کو بہت پریشان دیکھا، پوچھا، جابر! کیا بات ہے؟ عرض کیا، حضور! باپ خدا کی راہ میں شہید ہو گئے۔ نو بہنیں چھوڑی ہیں، اور قرضہ الگ ہے۔

فرمایا، اچھا تمہیں یہ بھی خبر ہے کہ تمہارے باپ کے ساتھ خدا تعالیٰ کس طرح پیش آیا؟ - لو سُنو! خدا تعالیٰ اپنے کسی بندے سے بے حجابانہ کلام نہیں فرماتا، لیکن جب تمہارے باپ عبداللہ خدا کے حضور میں پہنچے تو حکم ہوا، ملائکہ! میرے اس بندے کو قریب آنے دو۔ عبداللہ نور کے حجابات طے کرتے ہوئے اپنے مولیٰ کے حضور میں پہنچے۔

خدا تعالیٰ نے ان سے بے حجابانہ کلام فرمایا، ارشاد ہوا،

"عبداللہ! مانگ کیا مانگتا ہے؟ عبداللہ بولے خداوندا! آپ نے مجھے سب کچھ عطا فرمایا ہے، اب تو صرف ایک تمنا باقی رہ گئی ہے اور وہ یہ کہ آپ مجھے ایک دفعہ پھر دُنیا میں بھیجدیجئے، تاکہ میں آپ کی راہ میں مارا جاؤں اور وہ کیف پھر حاصل کروں جو پہلی بار جام شہادت پینے سے حاصل ہوا تھا۔"

جواب ملا، یہ تو میری سنت کے خلاف ہے، عبداللہ نے عرض کیا، اچھا تو ایسا کیجئے کہ دُنیا میں رہنے والوں کو میرا یہ پیغام پہنچا دیجئے کہ خُدا کے لئے گلا کٹانے میں وہ کیف ولذّت حاصل ہوتی ہے جو دین و دُنیا کی کسی نعمت سے حاصل نہیں ہوتی۔[1]

عبداللہ کی درخواست منظور ہوئی، اور خدا تعالیٰ نے سورہ نساء کی وہ آیت نازل فرمائی، جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

"شہیدوں کو مُردہ مت کہو، وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے

---

[1] اسد الغابہ جلد ۳ -

پاس اچھی سے اچھی روزی پا رہے ہیں۔"

یوم الرجیع

حضرت خبیبؓ کی شہادت

۳ھ کا واقعہ ہے کہ کچھ لوگوں کی درخواست پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نومسلموں کو دین سکھانے کے لئے دس آدمیوں کی ایک تبلیغی جماعت روانہ فرمائی اور حضرت عاصم ابن ثابت کو اس وفد کا امیر مقرر کیا۔

مشرک قبیلے مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے، کہیں جانے آنے کا بھرم نہ تھا۔ مگر دین کی تعلیم اور تبلیغ کے ساتھ سرور عالم اور آپ کے پیارے ساتھیوں کو اتنا گہرا عشق تھا کہ آپ نے درخواست کرنے والوں کے یقین دلانے پر صحابۂ کرام کو روانہ کر دیا، اور صحابہ بھی خوشی خوشی تشریف لے گئے۔

صحابہ کرام کو دین سکھانے کے نام سے جو لوگ اپنے ساتھ لے گئے تھے راستہ میں اُن کی نیت خراب ہو گئی اور انھوں نے قبیلہ بنی ہذیل کو اپنے ساتھ لے کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

صحابہ کرام نے ان غداروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، دس کی طاقت ہی کیا تھی، کچھ حضرات تو لڑ کر شہید ہو گئے، دو صاحب گرفتار کر کے مکہ لائے گئے، تا کہ انہیں بیچا جائے اُن میں سے ایک حضرت خبیب

ابن عدی تھے اور ایک زید ابن الدثنہ۔

خبیب رضؓ نے بدر کی جنگ میں حارث کو قتل کیا تھا، اس لیئے اس کے بیٹے عقبہ نے خبیب رضؓ کو خرید لیا، اور گھر میں لاکر قید کر دیا ہاتھ پیروں میں زنجیریں ڈال دیں اور اپنے غلام موہب نامی کو ان کی دیکھ بھال پر مقرر کر دیا۔

مثل مشہور ہے کہ "گڑ کھائیں، گلگلوں سے پرہیز"، مکّہ والوں کی بالکل یہی حالت تھی، وہ اس بات کا تو بہت خیال رکھتے تھے کہ حرمت والے مہینوں میں کسی کو قتل نہ کیا جائے اور یہ ٹھیک بھی تھا، مگر ظلم اور جور اور شرک و گناہ کا کوئی کام ایسا نہ تھا جو ان مہینوں میں ان سے سرزد نہ ہوتا ہو۔

خبیب رضؓ کے قتل میں اسی لیئے دیر کی جا رہی تھی، کہ حرمت والے مہینے نکل جائیں۔

حرمت والے مہینے نکل گئے، قتل کا وقت قریب آ گیا خبیب رضؓ نے موہب سے درخواست کی کہ مجھے گندگی دور کرنے کے لیئے اُسترا دیا جائے، خبیب رضؓ کو اُسترا دیدیا گیا، اتفاق کی بات کہ اُسی وقت حارث کا چھوٹا بیٹا ابو حسین کھیلتے کھیلتے خبیب رضؓ کے پاس چلا گیا، خبیب رضؓ کے ہاتھ میں کھلا ہوا اُسترا تھا، اور اُن کی ران پر بچہ بیٹھا ہوا تھا، اس منظر پر بچے کی بہن کی جو نظر پڑی تو وہ کانپ اُٹھی ۔

حضرت خبیب رضؓ نے حارث کی بیٹی کو اس طرح بلبلاتے دیکھ کر

فرمایا، کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میں اس بچّے سے انتقام لوں گا؟ حاشا یہ ہماری تعلیم نہیں، ؎

مُسلماں اور خونخواری کرے یہ ہو نہیں سکتا
خدا کا بندہ غداری کرے یہ ہو نہیں سکتا
میں اس کی جان لوں، کیا شیر چیتا بھیڑیا ہوں
میں انساں ہوں، مسلماں ہوں، محبِ مصطفیٰ ہوں
ہوئی جاتی تھی عورت سُن کے باتیں غرقِ حیرانی
سرایت کر رہا تھا اس کے دل میں نورِ ایمانی
وہ دل سے پوچھتی تھی کوئی کرین ایسا بھی ہوتا ہے
بستر سے شر نکل جائے کہیں ایسا بھی ہوتا ہے
وہ اب سمجھی کہ یہ تو ہے یہ سب خُلقِ محمدؐ کا
چراغ انکے دلوں میں ہے اُسی نورِ محمدؐ کا

یہ تھے اسلام کے سچّے نام لیوا، جنہوں نے اپنے بےمثال کیریکٹر سے اسلام کی محبت کو دشمنوں کے دِلوں میں اُتار دیا تھا۔

خبیبؓ پر خدا کا انعام

خدا کا وفادار بندہ وہ ہے جس کا غصّہ اور محبت دونوں اُسکی رضا کے تابع ہوں، پھر اس بندے پر خدا کا انعام ہوتا ہے، ایسا

لہ شاہنامہ اسلام عامر صاحب عثمانی۔

انعام جس کو دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔

حارث کی بیٹی کہتی ہیں:۔ "میں نے خبیبؓ سے اچھا کوئی قیدی نہیں دیکھا، خدا کی قسم! میں نے ایک دن خبیبؓ کو انگور کھاتے ہوئے دیکھا، حالاں کہ وہ زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے، اور مکہ میں پھل نہ ہوتے تھے، یہ دیکھ کر میں کہتی تھی، یہ رزق خبیبؓ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔

خبیبؓ کے قتل کے لیے مشرکین نے بڑا اہتمام کیا، حرم سے باہر تنعیم میں سولی لٹکائی گئی، ہزاروں آدمی بطور تماشائی جمع ہو گئے، خبیبؓ لائے گئے، قتل سے پہلے فرمایا، مجھے دو رکعتوں کی اجازت دو، دشمنوں نے اجازت دی، آپ نے دو رکعتیں ادا فرمائیں، پھر مجمع کے سامنے آکر بولے، "خدا کی قسم! جی چاہ رہا ہے کہ اپنے مولا کے سامنے کچھ دیر اور پڑا رہوں ؎

حلق پہ تیغ رہے سینہ پہ جلاد رہے
لب پہ ہو نام ترا دل میں تری یاد رہے

یعنی شکرانہ کے طور پر اور سر جھکاؤں کہ میری جان دین کے راستہ میں کام آرہی ہے مگر تم کہو گے کہ موت سے ڈر گیا۔

نماز سے فارغ ہو کر خبیبؓ سولی کے قریب پہنچے، زبان پر آہ و بکا رنہ تھی، بلکہ فخر و مسرت کا اظہار تھا، اس بات پر کہ مقصد پر جانِ عزیز قربان ہو رہی ہے، اپنے اس یقین کا اظہار تھا کہ

خبیبؓ مٹ نہیں سکتا، بلکہ اس کے خون کا ہر قطرہ ہزاروں حبیبؓ پیدا کر دیگا۔

خبیبؓ کی یہ رُباعی تاریخ اسلام کی پیشانی پر سنہری حرفوں میں تحریر ہے:۔

رُباعی

فلستُ ابالی حین اقتل مسلما ؛ علی ای جنب کان فی اللہ مصرعی

"اگر میں اسلام پر مارا جاؤں تو مجھے کوئی غم نہیں کہ میں کس پہلو سے پچھاڑا جاتا ہوں۔"

وذالکؔ فی ذات الالہ وان یشأ ؛ یبارک علیٰ اوصال شلو ممزع

"یہ جو کچھ ہو رہا ہے خدا کی محبت میں ہے، پس اگر وہ چاہے گا تو میرے جسم کے ہر ٹکڑے میں برکت نازل کرے گا۔"

میں انتہائے عشق ہوں تو انتہائے حسن ؛ دیکھے مجھے یا تجھ کو تماشا کرے کوئی

مبلغین کی اس جماعت پر ادھر یہ ظلم ٹوٹ رہے تھے اُدھر خدائے تعالیٰ اپنے رسول کو ایک ایک پل کی خبر دے رہا تھا۔ جب حضورؐ کو خبیبؓ کی بہادرانہ موت کا علم ہوا تو آپ نے بے تاب ہو کر فرمایا "خُبیبؓ تجھ پر سلام" پھر عمرو ابن امیّہ ضمری کو مکہ بھیجا کہ اس شہید وفا کی لاش کا پتہ لگائیں۔ امیہ رات کے وقت سولی کے پاس پہنچے اور درخت پر چڑھ کر رسی کاٹ دی، خبیبؓ کی لاش زمین پر گر پڑی، امیہ نیچے اترے، دیکھا تو لاش لاپتہ ہے، عمر حیرت میں پڑ گئے اور کہنے لگے:۔

"کیا خبیبؓ کو زمین نگل گئی[۱]"

۱؎ اسد الغابہ صد ۱۱۱ تا صد ۱۱۳ ج اوّل ؛

حضرت عاصم ابن ثابت رضؓ کی شہادت

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اس تبلیغی وفد کے امیر تھے، انہوں نے اپنے آپ کو دشمنوں کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا تھا، اور فرمایا تھا "میں اپنے آپ کو کسی مشرک کی پناہ میں نہیں دے سکتا"

یہ وہ منزل ہے جس میں جان کی بازی لگاتے ہیں
محبت خود نثار ہمت مردانہ ہوتی ہے

عاصمؓ اور ان کے ساتھی ایک پہاڑی پر چڑھ گئے تھے، جب عاصم نے اُترنے سے انکار کیا تو دشمنوں نے اُن پر تیر برسانے شروع کر دیئے، عاصم نے کچھ دیر مقابلہ کیا، اور بالآخر شہید ہو گئے۔

حضرتؓ عاصم نے بدر کی لڑائی میں قریش کے ایک سردار عقبہ ابن معیط اور دوسرے بڑے بڑے لوگوں کو قتل کر دیا تھا۔ عقبہ کی ماں سلافہ نے نذر کر رکھی تھی کہ اگر میرا بس چلے گا تو میں عاصم کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی، اِس وجہ سے دشمنوں نے عاصم کو قتل کر کے اُن کا سر کاٹنے کا ارادہ کیا، عاصم نے مقابلہ کے وقت عہد کیا تھا کہ نہ میں مشرکین کو ہاتھ لگاؤں گا اور نہ لگانے دوں گا۔

دشمن عاصم کا سر کاٹنے کے لیے جب پہاڑی پر پہنچے تو دیکھا کہ عاصم کی لاش پر شہد کی مکھیاں بھن بھنا رہی ہیں، دشمن یہ

دیکھ کر چلے آئے اور آپس میں کہا کہ صبح تک مکھیاں اُڑ جائیں گی، صبح کو دیکھا جائے گا۔

اللہ اپنے پیاروں کی بات رکھتا ہے، ادھر اندھیرا پھیلا اور اُدھر بارش کو حکم ملا کہ برس! اتنی برس کہ تیرے پانی کے سیلاب میں عاصم کی لاش بہہ جائے چنانچہ پانی کا ایک چھینٹا پڑا، اور عاصم کی لاش پانی میں بہہ کر غائب ہو گئی۔

صبح ہوتے ہی جب دشمن پہاڑی پر پہونچے تو وہاں میدان صاف پایا، انعام واکرام کے لالچ میں بہت دیکھا بھالی کی مگر سب بے فائدہ رہا اور خدا نے انہیں سر کاٹنے میں ناکام کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد سے حضرت عاصم کا لقب "حمی الدبر" پڑ گیا یعنی وہ شخص جو شہد کی مکھیوں کی حفاظت میں رہا ہو۔

اس حادثہ سے حضورؐ بہت رنجیدہ ہوئے اور ان قبیلوں پر دعائے قنوت پڑھ کر ایک ماہ تک لعنت بھیجی جنہوں نے غداری کر کے ان مبلغین کو شہید کیا تھا[1]۔

غزوۂ خیبر
حضرت اسود راعی کی شہادت

حضرت اسود ابن خزاعی خیبر کے یہودیوں کے چرواہے تھے

---

[1] اسد الغابہ جلد ۳ صہ ۷

جب حضورؐ نے خیبر کا محاصرہ کیا تو محاصرہ کے دوران میں انہوں نے لوگوں سے پوچھا۔ "یہ لڑائی کس سے ہو رہی ہے؟" یہود بولے اس شخص سے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اسود یہ سُن کر حضورؐ کی خدمت میں آئے، حضورؐ سے پوچھا، آپ کا پیغام کیا ہے؟ حضورؐ نے اسلام کی تعلیم پیش کی، آپؐ کی تعلیم نے اسود کے دل پر اثر کیا، خدا تعالیٰ نے توفیق بخشی، بولے، اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو کیا ہو گا؟ فرمایا، جنت ملیگی۔ بولے، یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں، ان کا کیا کروں؟ حضورؐ نے فرمایا، انہیں قلعہ کے پاس لے جا کر ہانک دے۔ پھر عرض کیا، حضورؐ میرا رنگ سیاہ ہے، صورت بدنما ہے۔ جسم بدبودار ہے، تو کیا اس کے باوجود اگر میں خدا کی راہ میں مارا جاؤں تو مجھے شہادت کا مرتبہ ملے گا؟ فرمایا، ضرور ملے گا۔ بس اسود کو جوش آگیا، میدان میں نکلے اور مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

اسود کی لاش جب حضورؐ کے سامنے لائی گئی تو فرمایا خدا تعالیٰ نے اس کا چہرہ حسین کر دیا، اسے جنت میں دو حوریں ملیں گی اگرچہ اس نے جہاد کے سوا دوسرا کوئی عمل خیر نہیں کیا، مگر راہِ خدا میں مر کر اس نے اپنے ایمان کو سچا کر دکھایا۔[۱]

*

۱؎ اصح السیر ص ۱۸۸۔

غزوۂ موتہ
شہادت حضرت جعفر طیار رض

موتہ دمشق کے قریب ایک مقام ہے۔ حضرت حارث رض شرجیل غسانی کے دربار سے سفارت کی خدمت انجام دے کر واپس آرہے تھے کہ اسی مقام پر شرجیل غسانی نے آپ کو شہید کرادیا۔ یہ پہلا واقعہ تھا کہ دربار رسالت کے قاصد کے ساتھ اس قسم کی جسارت کی گئی۔

قاصد کا قتل بہت بڑا جرم ہے، حضور صلعم نے مجرموں کو سزا دینے کی غرض سے تین ہزار مجاہدوں کا ایک لشکر تیار کیا، اس کا جھنڈا حضرت زید کو عطا فرمایا، اور حکم دیا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر طیار جھنڈا سنبھالیں اور جب جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ ابن رواحہ امیر بنیں۔

امن کے حامیوں کا یہ لشکر موتہ پہنچا، اور ایک لاکھ فسادیوں کے خلاف میدان میں ڈٹ گیا۔

مقابلہ شروع ہوا۔ حضرت زید لڑتے لڑتے پا پیادہ دشمن کی صف میں گھس گئے، اور شہادت پائی۔ یہ دیکھ کر حضرت جعفر رض گھوڑے سے کود پڑے، آقا کے حکم کی تعمیل کی، توحید کا جھنڈا

بلند کر کے دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے، ہر طرف سے کفار کا نرغہ تھا، تلواروں، نیزوں اور تیروں کی بارش ہو رہی تھی، بہادرِ اسلام جعفر زخموں میں چور ہو چکے تھے، لیکن ایمانی جوش کا یہ عالم تھا کہ جب دایاں ہاتھ کٹ کر گر گیا تو جعفرؓ نے بائیں ہاتھ میں جھنڈا اٹھا لیا اور اسی حالت میں آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

حضرت جعفرؓ کے بعد عبداللہ ابن رواحہؓ نے جھنڈا تھاما، اور شہید ہو گئے، آخر میں حضرت خالدؓ نے فوج کی کمان سنبھالی اور بڑی ہوشمندی کے ساتھ مسلمانوں کو بچا کر لے آئے۔

خدا تعالیٰ کی طرف سے حضور کو تمام حالات سے باخبر کیا گیا آپ نے صحابہ کرام کو مطلع فرمایا، کیفیت یہ تھی کہ آپ کے چہرے پر رنج و غم کے آثار طاری تھے اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

صحابہ کو اطلاع دے کر آپ حضرت جعفرؓ کے گھر تشریف لائے جعفرؓ کی بیوی بچوں کو نہلا دھلا رہی تھیں، آپ نے فرمایا بچوں کو میرے پاس لاؤ، آپ نے بچوں کو پیار کیا اور رونے لگے یہ حالت دیکھ کر جعفرؓ کی بیوی اسماء کا دل دھڑکنے لگا، گھبرا گئیں، حضورؐ سے عرض کیا، سرکار! خیر تو ہے، کیا جعفر کے متعلق کوئی خبر آئی ہے؟ فرمایا، ہاں! جعفر شہید ہو گئے۔

فرماتی ہیں، یہ سن کر بے ساختہ میری چیخ نکل گئی، اور

یہ خبر سُن کر فوراً پڑوس کی عورتیں آگئیں، اور حضور صلعم اُٹھ کر چلے گئے۔

حضورؐ نے مجھ سے تو کچھ نہیں فرمایا، لیکن ازواج مطہرات سے جاکر فرمایا، آج جعفر کے گھر والوں کا خیال رکھنا وہ اپنے ہوش میں نہیں ہیں۔

حضرت فاطمہ رضؓ کو خبر ہوئی تو وہ بھی اپنے چچا پر غمگین حضورؐ کے پاس آئیں، آپ نے فاطمہ کو دیکھ کر فرمایا، بیشک! جعفر جیسوں کی موت پر رونا ہی چاہیئے۔

اس صدمہ سے آپ بہت غمگین رہے، یہاں تک کہ حضرت جبریلؑ نے آکر یہ خوش خبری سُنائی کہ خُدا تعالیٰ نے جعفر کو اُن کے کٹے ہوئے بازوؤں کے صلہ میں دو نئے بازو عطا فرمائے ہیں جن سے وہ فرشتوں کے ساتھ جنّت میں سیر کرتے پھرتے ہیں۔ اس خوشخبری سے آپ کا صدمہ کم ہوا۔

یہ جعفر کون تھے؟ یہ آپ کے محسن چچا ابو طالب کے بڑے بیٹے تھے، صُورت اور سیرت میں سرورِ عالمؐ سے بہت ملتے جلتے تھے، غربا پرور تھے، حضورؐ نے ان کی غریب نوازی کے سبب سے اُن کو "ابوالمساکین" یعنی مسکینوں کے باپ کا لقب عطا فرمایا تھا، یہ اسلام کے کامیاب ترجمان تھے جنہوں نے دربار حبشہ میں سلطان حبشہ نجاشی کے دل پر اسلام کی دھاک بیٹھا دی تھی اور جب فاتحانہ واپس آئے تھے تو حضورؐ نے انہیں سینے سے لگا لیا تھا اور اُن کی

پیشانی چوم لی تھی، اسی وجہ سے حضور حضرت جعفر کی شہادت پر بہت مغموم ہوئے تھے۔[1]

شہادت حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضؓ

عبداللہ دربار رسول کے بہترین شاعر تھے، بے عمل اور مفلوج نہیں، باعمل اور بہادر!

غزوہ موتہ کے لئے جب لشکر اسلام کو صحابہ کرام رخصت کرنے آئے تو حضرت عبداللہ رونے لگے۔ لوگوں نے ایسے بہادر کو روتے ہوئے دیکھ کر تعجب کیا، اور وجہ پوچھی، بولے، مجھے دنیا سے محبت نہیں، اس فکر سے پریشان ہو رہا ہوں کہ پل صراط سے پار ہو سکوں گا یا نہیں؟ لوگوں نے تسلی دی، اور کہا، خدا آپ سے پھر ملائے گا، واپسی کی دعا سن کر یہ شعر پڑھے ؎

لکنی اسئل الرحمٰن مغفرۃ ÷ وضربۃ ذات فراغ تقذف الزبدا

"لیکن میں تو خدا سے مغفرت کا اور ایک کاری وار کا طالب ہوں۔"

حتی یقولوا اذا مروا علی جدثی ÷ یا ارشد اللہ من غاز وقد رشدا

"یہاں تک کہ قبر سے گذرنے والے پکار اٹھیں کہ کیسا اچھا غازی تھا۔"

لشکر اسلام روانہ ہوا، شام کے شہر معان پہونچکر معلوم ہوا کہ ہرقل دو لاکھ سپاہیوں کو لے کر مقابلہ کے لئے آ رہا ہے، دشمنوں

---

[1] اسد الغابہ جلد ۳ صـ ۱۵۹۔

کی یہ تعداد سُن کر کچھ لوگوں نے کہا، حضورؐ کو اس کی اطلاع دینی چاہیئے عبداللہ بولے، کچھ پرواہ نہیں، ہم کو مقابلہ کرنا چاہیئے۔

کہاں صرف تین ہزار مسلمان اور کہاں وہ دو لاکھ دشمن، عبداللہ کے مجاہدانہ نعرہ نے مسلمانوں میں جوش پیدا کر دیا، مقابلہ شروع ہوا، زیدؓ اور جعفرؓ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہؓ کی باری آئی۔

عبداللہ رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے، حوصلے سے لڑے اور رومیوں کے دل پر اپنی شجاعت کا سکّہ بٹھا کر شہید ہو گئے۔ ؎

؎ خودی ہے زندہ تو ہے موت ایک مقام حیات
کہ عشق موت سے کرتا ہے امتحان ثبات

بیر معونہ
حضرت عامر ابن فہیرہؓ کی شہادت

یہ واقعہ بھی ہجرت کے چوتھے سال کا ہے کہ حضورؐ نے ستّر قاریوں کو قبیلہ کلاب میں اسلام کی تبلیغ کے لئے بھیجا، اس جماعت میں حضرت عامر بھی شامل تھے۔

یہ تبلیغی وفد راستہ میں تھا کہ قبیلہ کلاب کا سردار عامر ابن طفیل

؎ اسد الغابہ جلد ۳ صہ ۱۵۹

دشمنوں کی ایک جمعیت لے کر ان کی طرف بڑھا اور ایک مقام پر ان سب حضرات کو گھیر کر قتل کر دیا، صرف ایک صاحب حضرت عمرو ابن امیہ ضمری کو زندہ گرفتار کیا۔

حضرت عمرو ابن امیہ فرماتے ہیں کہ اس حادثہ کے بعد عامر ابن طفیل نے شہدار کی لاشوں میں سے ایک لاش کی طرف اشارہ کر کے مجھ سے پوچھا، یہ کس کی لاش ہے؟ میں نے اُسے بتایا، یہ عامر ابن فہیرہ کی لاش ہے۔

وہ بولا، میں نے اس لاش کے متعلق ایک عجیب و غریب بات یہ دیکھی کہ یہ لاش آسمان کی طرف بلند ہوئی، یہاں تک کہ زمین و آسمان کے بیچ میں بالکل معلق نظر آنے لگے، پھر زمین پر رکھدی گئی۔[1]

ابن سعد کی روایت میں یہ ہے کہ جس وقت عامر ابن فہیرہ کے سینے سے دشمنِ اسلام جبار ابن سلمی کا نیزہ پار ہوا تو بیساختہ اس حق کے شیدائی کی زبان سے نکلا "خدا کی قسم میں کامیاب ہو گیا" پھر اُن کی لاش تڑپی، کسی اُٹھانے والے نے اسے آسمان کی طرف اُٹھا لیا، فرشتوں نے تجہیز و تکفین کی، اور روحِ اقدس کے لئے اعلیٰ اعلیین کے دروازے کھولدئے گئے۔

جبار ابن سلمی نے صداقتِ اسلام کا یہ نشان دیکھا اور یہ عجیب و غریب واقعہ دیکھ کر بہت متاثر ہوا، اور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] بخاری باب غزوۃ الرجیع؛

کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔[۱]

حضرت جلبیبؓ کی شہادت

تاریخ سے یہ تو معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرت جلبیبؓ انصاری کس لڑائی میں شہید ہوئے، مگر شہیدوں میں جو عزت انہیں نصیب ہوئی وہ بڑے بڑے غزووں میں مارے جانے والے شہیدوں کو حاصل نہیں ہوئی۔

غزوہ جب ختم ہوا تو آپ نے شہیدوں کی لاش کا معائنہ فرمایا معائنہ فرماتے ہوئے حضورؐ نے ساتھیوں سے پوچھا، کون کون لوگ کم ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا، فلاں فلاں حضرات کم ہیں؟ آپ نے سن کر ارشاد فرمایا، میں تو جلبیبؓ کو بھی نہیں پاتا، جاؤ! جاکر تلاش کرو۔

صحابہ تلاش میں نکلے، کیا دیکھا کہ جلبیبؓ دشمن کی سات لاشوں کے پاس قتل ہوئے پڑے ہیں، صحابہؓ نے حضورؐ کو بتایا، آپ تشریف لائے، دیکھ کر فرمایا، جلبیب نے دشمن کے سات آدمی مارے پھر خود شہید ہوئے، جلبیبؓ میرا ہے اور میں جلبیب کا ہوں، یہ تین دفعہ فرمایا، پھر اپنے دونوں مبارک ہاتھ پھیلا دئیے اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا، جلبیبؓ کی لاش کو میرے ہاتھوں پر رکھ دو، صحابہ رضؓ نے حکم کی تعمیل کی اور خدا کے حبیبؐ اپنے پیارے کی لاش

---

[۱] ابن سعد مغازی ص۳۷

کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر مدفن تک لائے اور جلیبیب رضؓ کو سپرد
خاک فرمایا۔
بتائیے! شہیدوں میں یہ سعادت کس شہید کو حاصل ہوئی
کہ جلیبیبؓ خدا کے بابرکت ہاتھ اس کی مسہری بنے؟

حضرت سعد اسودؓ کی شہادت

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب
حاضر ہوئے، عرض کیا، حضور! کیا میری سیاہ رنگت اور بدصورتی
مجھے جنت میں جانے سے روک دے گی؟ آپ نے فرمایا، خدا کی
قسم نہیں، بشرطیکہ تو خدا سے ڈرتا رہا اور دین حق پر تیرا پختہ یقین رہا۔
وہ صاحب بولے، اچھا، تو یا رسول اللہ! گواہ ہو جائیے، اشھد
ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ" میں گواہی دیتا
ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اس کے سچے رسول ہیں، یہ کہہ کر وہ
مسلمان ہوگئے۔ یہ بزرگ سعد اسودؓ تھے۔ سعد مسلمان ہوکر بولے،
حضور! اب یہ بتائیے کہ جب میں نے مسلمان گھرانوں میں اپنی شادی کا
پیغام بھیجا، تو میری سیاہ فامی اور بدصورتی کی وجہ سے میرا پیغام کیوں
رد کر دیا گیا حالانکہ میں بنی سلیم کے اچھے حسب سے تعلق رکھتا ہوں؟
حضورؐ نے سُنا اور فرمایا، اچھا تم عمرو بن وہب کے پاس جاؤ،
اور اس سے جا کر کہو کہ خدا کے رسولؐ نے تمہاری بیٹی سے میرا نکاح کر دیا ہے۔

عمرو ابن وہب کی لڑکی بڑی صاحب علم و حسن تھی، سعد نے عمرو کے پاس جاکر جب یہ کہا کہ خدا کے رسولؐ نے تمہاری لڑکی کے ساتھ میرا نکاح کر دیا ہے، تو وہ بڑا برا فروختہ ہوا، اور سعد کو بری طرح جھڑک دیا۔ عمرو کی لڑکی اندر بیٹھی ساری باتیں سن رہی تھی، جب سعد یہ جھڑکی سُنکر چلے تو وہ فوراً باہر آئی، اور اپنے باپ سے کہا، ابا جان! اگر اس شخص کے ساتھ رسول خدا نے میرا نکاح کر دیا ہے، تو میں اس بات سے خوش ہوں جس سے خدا اور اُس کا رسولؐ خوش ہے، خدا کی نافرمانی سے بچیے، کہیں وحیِ الہٰی آکر تمہیں رُسوا نہ کردے۔ باپ پر بیٹی کی بات کا بہت اچھا اثر ہوا، اور وہ فوراً رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا حضور! میں سمجھا تھا کہ سعد شاید غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں، میں معافی چاہتا ہوں، اور آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح سعد کے ساتھ کر دیا۔ حضورؐ نے سعد کو حکم دیا کہ جاؤ! اپنی بیوی کیساتھ ملو جلو۔

ایک روز کا قصہ ہے کہ سعد مدینہ کے بازار میں کھڑے بیوی کے لیے کچھ چیزیں خرید رہے تھے، ناگاہ ایک منادی نے آواز لگائی "اے مجاہدو تیار ہو جاؤ۔ جنت کی خوشخبری ہے۔"

حضرت سعدؓ نے جہاد کا اعلان سُنکر گھر کیلئے سامان خریدنے کی بجائے ایک تلوار، ایک نیزہ اور ایک گھوڑا خریدا، گھوڑے پر بیٹھے، عمامے سے اپنا منہ چھپایا اور مجاہدین میں جاکر مل گئے۔

حضرت سعد کے ڈھاٹا بندھا ہوا تھا اور یہ اپنی بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے، سب حیرت میں تھے کہ یہ شیر کی طرح بپھر بپھر کر حملے کرنے والا کون ہے، اچانک ان کے چہرے کی سیاہی پر حضورؐ کی نظر پڑی، آپؐ نے فرمایا، یہ تو سعد ہے، یہ تو سعد ہے!

سعد لڑتے لڑتے بالآخر خدا کی راہ میں شہید ہو گئے، حضورؐ ان کی لاش کے پاس آئے اور جوش محبت میں ان کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا۔

حضرت سعد کا اسلحہ اور گھوڑا حضورؐ نے سعد کی بیوی کو بھجوا دیا اور فرمایا، لڑکی والوں سے کہنا، خدا تعالیٰ نے سعد کو تمہاری لڑکی سے بہتر لڑکی عطا فرما دی ہے۔

سعد اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے متعلق بھی یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کس غزوہ میں شہید ہوئے:

حضرت خالد ابن ابی العاص رضؓ کی شہادت

خالد رضؓ نے میدانِ جنگ میں ام حکیم سے نکاح کیا، عہدِ فاروقی کی بات ہے، مرج صفر (شام) کی جنگ کا واقعہ ہے:۔

نکاح کے بعد خالد رضؓ نے ام حکیم سے ملنے کی تیاریاں شروع کر دیں، ام حکیم نے خالد سے کہا، بہتر ہوتا کہ لڑائی کے بعد اطمینان سے ملتے، خالد رضؓ نے کہا، ...... لڑائی کے بعد میں اس معرکہ میں

شہادت کا جام نوش کروں گا، اس لئے میں تاخیر کے لئے تیار نہیں ہوں۔ ام حکیم مان گئیں، جنگ کے میدان میں شب باشی ہوئی، صبح کو خالد رضؓ نے دوستوں کو دعوت ولیمہ پر بلایا، غازیان اسلام ولیمہ میں شریک ہوئے، دعوت جاری تھی اور لوگ ابھی کھانے سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ دشمنانِ اسلام رومی میدان میں اتر آئے۔

ایک رومی سپاہی نے آواز دی، سب سے پہلے مسلمانوں میں سے جس نے لبیک کہا، وہ ام حکیم کے دولہا خالد رضؓ تھے، خالدؓ اس رومی بہادر سے خوب لڑے، اور بالآخر شہید ہو گئے۔

بیوی بھی عرب کی ایک بہادر خاتون تھیں، شوہر کی شہادت کے بعد خود بھی میدان میں نکلیں اور غازیان اسلام کے دوش بدوش رومیوں سے مقابلہ کیا، اور سات رومی اپنے ہاتھ سے قتل کئے[1]

انہی کے جذبۂ ایثار سے لے کر توانائی
غلامان محمد کر گئے دنیا میں آقائی

٭

---

[1] اسد الغابہ صد ۱۷۳ ج ۱

غزوۂ خیبر
حضرت سعد ابن معاذؓ کی شہادت

مدینہ طیبہ میں حضرت سعد رضؓ کے دم سے اسلام کی بہت اشاعت ہوئی، مہاجرین میں جو درجہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا تھا انصار میں وہی مقام حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا تھا۔

خندق کی لڑائی کا آغاز ہوا۔ بہادرانِ اسلام ہتھیار لگا لگا کر دشمنوں کے مقابلہ پر نکلنے شروع ہوئے، حضرت سعد رضؓ بھی نکلے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قلعہ میں محفوظ کر دیا تھا، جس قلعے میں حضرت سعد رضؓ کی ماں تھیں، اُسی میں حضرت عائشہ رضؓ بھی تھیں، جب سعد رضؓ زرہ پہن کر اور ہاتھ میں نیزہ لے کر آگے سے نکلے تو اُن کی ماں بولیں، بیٹا! پیچھے رہ گئے، جلدی جاؤ۔

سعد رضؓ کی زرہ چھوٹی تھی، جس سے سعد رضؓ کا ہاتھ نکلا ہوا تھا، حضرت عائشہ رضؓ سعد کو دیکھ کر بولیں، سعد رضؓ کی ماں! اے کاش سعد کی زرہ پوری ہوتی۔

میدان میں پہنچ کر حضرت سعد رضؓ نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ دشمنوں سے مقابلہ کیا، بالآخر جس خطرہ کا اظہار

حضرت عائشہ رض نے فرمایا تھا، وہ سامنے آیا اور ابن عبدمناف نے تاک کر زرہ سے نکلے ہوئے ہاتھ پر ایک تیر مارا، تیر نشانہ پر لگا اور اور حضرت سعدؓ کا ہاتھ زخمی ہو گیا۔

سعد رض کا زخم بہت کاری تھا، جنگ سے فراغت پا کر حضورؐ نے اپنی مسجد کے پاس ایک خیمہ نصب کرایا اور اس میں حضرت سعد رض کو رکھا تاکہ آپ خود سعد رض کی تیمارداری کریں۔

حضرت سعد رض کے زخم کا علاج ہوتا رہا، سرور عالمؐ حضرت ابوبکر رض، عمر رض اور بڑے بڑے صحابہ خدمت میں مصروف رہے، حضورؐ نے خود اپنے دستِ مبارک سے سعدؓ کا زخم داغا، زخم سے خون جاری ہونا بند ہو گیا، اتفاق سے بنی قریظہ کے غدار یہودیوں کا معاملہ سامنے آگیا، اور اس میں فیصلہ کے لئے حضرت سعدؓ کو جانا پڑا۔

اس آنے جانے میں پھر آپ کا زخم پھٹ گیا اور اس میں سے اس قدر خون جاری ہوا کہ مسجد سے گزر کر بنی غفار کے خیمہ تک پہنچ گیا۔

صحابۂ کرام گھبرا اٹھے، حضورؐ کو اطلاع ملی، آپ دوڑے ہوئے سعد کے پاس تشریف لائے، آکر دیکھا تو سعد رض خدا کو پیارے ہو چکے تھے۔

حضور اکرم سعد کی لاش کو اپنی گود میں لے کر بیٹھ گئے،

بڑے بڑے صحابہ رضؓ پریشان ہو رہے تھے، خون برابر بہ رہا تھا، کسی طرح رُکنے میں نہ آتا تھا، ابو بکر رضؓ اس کیفیت کو برداشت نہ کر سکے، اور ایک آہ بھر کر بولے، اُف! ہماری کمر ٹوٹ گئی، حضورؐ نے سُنکر فرمایا، اس طرح مت کہو۔ مطلب یہ کہ سعد رضؓ اسلام کے بہت بڑے ستون سہی، مگر دین حق کی ترقی اور بقار کسی ایک شخصیت پر موقوف نہیں ہو سکتی۔

سعد رضؓ کی موت اسلام کے لئے ایک سانحۂ عظیم تھا، اس حادثہ نے قدوسیوں میں ہلچل برپا کر دی، خدا کا عرش ہلا، جنازے میں ستر ہزار فرشتوں نے شرکت کی۔

حبیبِ خدا جب حضرت سعد رضؓ کو دفن کر کے واپس لوٹے تو صحابۂ کرام رضؓ نے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں اپنی ریش مبارک ہے اور اس پر مسلسل آنسو گر رہے ہیں۔[1]

جنگ یمامہ
حضرت زید ابن خطاب رضؓ کی شہادت

حضرت زید رضؓ حضرت عمر رضؓ کے بڑے بھائی تھے، حضرت عمر رضؓ سے پہلے مسلمان ہوئے، اور پہلے ہی شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے، حضرت عمر رضؓ اپنے بھائی کی اس خوش قسمتی پر رشک کیا کرتے تھے،

---

[1] اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۹۹۔

زیدرضؓ بڑے بہادر تھے، احد کی لڑائی میں محض کرتے کے ساتھ لڑنے نکل آئے، حضرت عمرؓ نے جب دیکھا تو انہیں قسم دلا کر زرہ پہننے پر مجبور کیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے جب مرتد قبیلوں کے خلاف فوجی اقدام کیا تو اس جنگ میں اسلامی علم حضرت زیدرضؓ کے ہاتھ میں تھا، اس جنگ میں مسیلمہ کذاب نبوت کے جھوٹے دعویدار اور اس کے خاندان بنو حنیفہ سے مقابلہ تھا، بنو حنیفہ نے ایک مرتبہ اس زور سے حملہ کیا کہ مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے، اور کچھ لوگ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے، جنگِ یمامہ کے علمبردار زیدرضؓ نے علمبرداری کی لاج رکھ لی۔

بلند آواز سے دعا فرمائی:-

"خداوندا! میں اپنے ساتھیوں کے بھاگنے پر تجھ سے معذرت خواہ اور جو کچھ یہ جھوٹا نبی بک رہا ہے اس سے میں بری الذمہ ہوں"۔

یہ کہہ کر جھنڈا ہلاتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے بڑی بہادری سے لڑے اور بالآخر ایک دشمن کے ہاتھ سے جامِ شہادت نوش فرمالیا۔

زیدرضؓ کی بہادرانہ پیش قدمی نے مسلمانوں کو غیرت دلائی اور صحابۂ کرام جوش و خروش کے ساتھ مسیلمہ کذاب کی فوج پر ٹوٹ پڑے۔

حضرت عمر رضؓ کو اپنے بہادر بھائی کی جدائی کا افسوس ہوا فرمایا کرتے تھے "جب ہوا چلتی ہے تو مجھے اُس میں سے زید رضؓ کی خوشبو آتی ہے"۔

ایک روز متمم ابن نویرہ شاعر سے فرمایا۔

"کاش تو اپنے بھائی کے مرثیوں کی طرح میرے بھائی کی شہادت پر بھی ویسا ہی مرثیہ کہتا" متمم بولے:۔

"اے عمر! جس راہ میں زید رضؓ مارے گئے ہیں اگر میرا بھائی بھی اسی راہ میں مارا جاتا تو مجھے غم ہی نہ ہوتا" عمر رضؓ بولے:۔

"کیا اچھے الفاظ میں تو نے میرے بھائی کی تعزیت کی ہے، اتنے اچھے الفاظ میں کوئی دوسرا تعزیت نہ کر سکا[1]"

حضرت سالم رضؓ کی شہادت

یہ ایرانی النسل نوجوان ابوحذیفہ رضؓ کی بیوی کے غلام تھے، بڑے ہونہار تھے، اس لئے انھوں نے سالم کو آزاد کر دیا اور ان کے شوہر ابوحذیفہ رضؓ نے انہیں منہ بولا بیٹا بنا لیا۔

سالم قرأت کے امام بھی تھے اور میدان جنگ کے بہترین سپاہی بھی تھے۔ حضرت عمر رضؓ جیسے مردم شناس آدمی ان کی بڑی تعریف کرتے تھے، یمامہ کی جنگ میں مہاجرین کا علم ان کے ہاتھ میں تھا،

---

[1] اسد الغابہ جلد ۱ صہ ۲۲۹ د

جب جھوٹے نبی مسیلمہ کذاب کے ساتھیوں کے حملہ کی شدت سے مسلمانوں کے کچھ پیر اکھڑے تو انہوں نے ایک نعرہ لگایا :-

" مسلمانو! افسوس، حضورؐ کے زمانہ میں تو تمہاری حالت یہ نہ تھی "۔ پھر بڑے جوش سے آگے بڑھے، یہ پڑھتے ہوئے :-

وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر (آل عمران) " بہت سے نبی ایسے تھے جن کے ساتھ ہو کر اللہ والوں نے جہاد کیا "

یہ بھی فرماتے جاتے تھے :-

" میں بدترین قاری قرآن ہوں اگر میدانِ جنگ میں بزدلی دکھاؤں "

بس کیا تھا، اس بہادر اسلام نے دشمنوں کے چھکے چھڑا دیئے بہادری کا یہ عالم تھا کہ جب دشمنوں نے بایاں ہاتھ کاٹ دیا تو سالم نے دائیں ہاتھ میں جھنڈا لے لیا، اور جب دایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا تو جھنڈے کو پھر بھی نہ گرنے دیا اور اُسے گلے میں دبا کر سینے سے چمٹا لیا۔ بالآخر سالم رضؓ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے، گرتے ہی برابر والوں سے پوچھا :-

" میرے باپ ابو حذیفہ رضؓ کیسے ہیں؟" جواب دیا گیا، وہ خدا کو پیارے ہو چکے ہیں، فرمایا، مجھے میرے باپ کے پاس دفن کیا جائے"، یہ وصیت کی اور وصال فرما گئے۔

یمامہ کی لڑائی میں جھوٹی نبوت کے فتنہ کو دفن کرنے کے لیے قرآن حکیم کے بڑے بڑے حافظوں اور قاریوں نے جان دے کر

ناموس رسول کی حفاظت کا حق ادا کیا۔ اُن ہی میں سے ایک حضرت سالم رضؓ بھی تھے۔

جنگِ فارس

حضرت برار ابن مالکؓ کی شہادت

یہ مشہور صحابی حضرت انس رضؓ کے بھائی ہیں، یہ بڑے بہادر تھے، ایسے بہادر کہ جب یہ جوش میں آتے تھے تو ان کا اپنے جوش پر قابو پانا مشکل ہوتا تھا، اسی لیے حضرت عمر رضؓ نے اپنے عہد خلافت میں یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ برار کو کسی لشکر کا افسر نہ بنایا جائے۔

برار ابن مالکؓ کی جانبازی کے تین واقعات بڑے حیرت انگیز ہیں، یمامہ کی جنگ میں مسیلمہ کذاب باغ کے اندر محصور تھا، باہر اسکی فوج بڑی جاں بازی سے مسلمانوں کا مقابلہ کر رہی تھی، برارؓ نے جب دیکھا کہ حالات پر کسی طرح قابو حاصل نہیں ہو رہا تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے دشمن کی فوج کے اندر پھینک دو، مسلمانوں نے ایسا ہی کیا، یہ دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے باغ تک پہنچے اور بڑی پھرتی سے باغ کی دیوار پر چڑھ گئے، مسیلمہ کذاب کے سپاہی ان کو پکڑنے کے لئے دوڑتے ہی رہے کہ برارؓ باغ کے اندر کود پڑے اور آگے بڑھ کر دروازے کی کنڈی کھول دی۔

براء کی اس جان بازی سے دشمن کی فوج میں ابتری پھیل گئی، اسلامی لشکر آگے بڑھا اور باغ کے اندر داخل ہو گیا، مسیلمہ قتل کر دیا گیا اور مسلمان کامیاب ہو گئے۔

براء رضؓ نے جان جوکھوں میں ڈال کر یہ کام کیا تھا، خدا تعالیٰ نے انہیں کامیاب تو کر دیا مگر ان کے جسم پر اسّی سے زائد زخم آئے۔ لشکر کے سپہ سالار حضرت خالد رضؓ انہیں سواری پر ڈال کر خیمہ میں لائے، اور ایک مہینے تک اپنی نگرانی میں ان کا علاج کرایا۔

اسی قسم کی جاں بازی کا ایک واقعہ حریق (عراق) کے معرکہ میں پیش آیا، شہر کے جس قلعہ کو مسلمان فتح کرنا چاہتے تھے دشمنوں نے اس کی فصیلوں پر کانٹے دار زنجیریں گرم کر کے ڈال رکھی تھیں، جب کوئی مجاہد فصیل کے قریب پہنچتا تو یہ زنجیر کے ذریعے سے اوپر کھینچ لیتے، حضرت انس رضؓ لڑتے لڑتے جب قلعہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے حضرت کو اوپر گھسیٹنا چاہا، براء رضؓ یہ منظر دیکھ رہے تھے، فوراً دوڑے اور زنجیر کو پکڑ کر اس زور سے جھٹکا دیا کہ اوپر کی رسّی ٹوٹ گئی اور انس رضؓ نیچے گر پڑے، جس ہاتھ سے زنجیر پکڑی اُس کا یہ حال ہو گیا کہ تمام گوشت اُڑ گیا، اور ہاتھ کی ہڈیاں دکھائی دینے لگیں۔

اسلام کا یہ بہادر سپوت تستر (فارس) کے معرکہ میں شہید ہوا، بہادری کے بڑے جوہر دکھانے کے بعد تن تنہا سَو دشمنوں

کو قتل کیا اور ان مقتولوں کی تعداد الگ ہے جو دوسروں کی شرکت میں قتل کئے۔[1]

اسلام کی عادل حکومتیں

یہ ہیں وہ مجاہدین حق جن کی بے لوث قربانیوں کی بدولت دنیا میں عدل وانصاف کی شمع روشن ہوئی۔

اس شمع نے پورے تیس ۳۰ سال یعنی خلافت راشدہ کے دور تک خدا ترسی، تقوی، سچی جمہوریت اور کامل عدل وانصاف کی روشنی پھیلائی،

گنتی میں تیس سال کی مدت بظاہر بہت معمولی نظر آتی ہے لیکن تاریخ انسانی میں عام انسانی خیر وبھلائی کا اتنا شاندار اور اسقدر طویل دَور ملنا ممکن نہیں،

خلافت راشدہ کے بعد پھر مختلف خاندانوں کی شخصی حکومت کا دور شروع ہو گیا، جسکا خلاصہ پیش ہے،

سنہ ھ ہجری میں اسلامی حکومت مدینہ منورہ کے چند محلوں کا نام تھا، پھر دس سال تک یعنی حضور کی حیات پاک تک روزانہ

---

[1] اسد الغابہ ج ا ص ۱۷۳

۴۲۷ مربع میل کی تیز رفتار کے ساتھ اس حکومت میں اضافہ ہوا۔

سنہ ۱۱ھ میں جب حضور نے وصال فرمایا تو پورے دس لاکھ مربع میل یعنی تقریباً ہندوستان کے برابر کا علاقہ اسلام کے زیرِ اطاعت آچکا تھا۔

اسلام کے پہلے خلیفہ حضرت ابو بکرؓ ہوئے، آپ سنہ ۱۱ہجری میں مسند خلافت پر بیٹھے اور سنہ ۱۳ ہجری میں وصال فرمایا، آپ کی مدتِ خلافت ۲ سال تین ماہ ہے،

سنہ ۱۳ ہجری میں حضرت عمر رضؓ خلیفہ ہوئے اور سنہ ۲۳ ہجری میں آپ ایک پارسی غلام ابو لولو کے ہاتھ سے شہید ہوئے، آپ کی مدت خلافت بارہ سال ہیں،

سنہ ۲۳ھ میں حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے اور منافقین کی بغاوت کے فتنہ میں باغیوں کے ہاتھ سے سنہ ۳۵ھ میں شہید ہوئے آپ نے بارہ ۱۲ سال خلافت کی،

سنہ ۳۵ھ میں حضرت علی رضؓ خلیفہ ہوئے اور سنہ ۴۰ھ میں آپ ایک خارجی ابن ملجم کے ہاتھ سے شہید ہو گئے، آپ نے ۴ سال ۹ ماہ خلافت کی، حضرت علی رضؓ کے بعد امام حسن خلیفہ منتخب ہوئے اور آپ صرف چھ ۶ ماہ خلیفہ رہے، آپ نے امیر معاویہ کے حق میں دستبرداری کا اعلان فرما دیا،

سنہ ۴۱ھ میں اموی حکومت کا دور شروع ہوا، یہ شخصی

حکومت تھی، اس میں ۱۴ خلیفہ ہوئے، پہلے امیر معاویہ اور آخری مروان الجعدی، یہ حکومت ۹۲ سال ۴۱ھ سے ۱۳۲ھ تک قائم رہی۔

اس دور میں خدا ترسی اور تقویٰ کا معیار ضرور گر گیا لیکن عوامی عدل وانصاف اور مجاہدانہ جوش وعمل میں بہت زیادہ فرق نہیں پڑا، حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد سے باہمی اختلافات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا لیکن اموی خلفاء نے اسلام کی مرکزیت کو نقصان نہیں پہنچنے دیا، فتوحات جاری رہیں،

۱۳۲ھ سے ۶۵۶ھ تک تقریباً ساڑھے پانچ سو سال عباسی حکومت کا دور رہا، اس میں ۳۷ خلیفہ ہوئے، پہلے خلیفہ ابوالعباس سفاح اور آخری مستعصم تھے،

اس دور کے ابتدائی حصہ میں اسلامی شعائر کا احترام باقی رہا، مگر آخر کے خلفاء کی حالت بہت خراب ہو گئی، اسلامی مرکزیت اس دور میں باقی نہ رہی، عباسی خلفاء عجمیوں کے رحم وکرم پر رہے،

اسی دور میں اندلس کے اندر عبد الرحمان ابن معاویہ ایک اموی حکمراں نے اپنی مستقل حکومت قائم کی یہ حکومت عظمت کے لحاظ سے عباسی حکومت کے مقابلہ میں کسی طرح کم نہ تھی،

۶۵۶ھ میں یہ حکومت تاتاریوں کے ہاتھ سے ختم ہو گئی، تاتاریوں نے پہلے ہندوستان کی زرخیز زمین کی طرف رخ کیا

لیکن اس وقت یہاں غلام بادشاہ حکمراں تھے، انہوں نے تاتاریوں کو شکست دے کر بھگا دیا، پھر انہوں نے وسط ایشیا (بغداد) کی بوسیدہ حکومت پر حملے کئے اور ہلاکو خاں کے ہاتھوں بغداد کی اینٹ سے اینٹ بج گئی،

تاتاری یلغار کے بعد ساڑھے تین سو سال تک خلافت کا شیرازہ بکھرا رہا، پھر مصر میں اس کی تجدید ہوئی، ۳۶۰ برس تک ۱۵ خلفاء نے خلافت کے نام کو زندہ رکھا، آل عباس کی یہ حکومت شروع ہی سے صرف نام کی حکومت تھی، یہاں تک کہ اس کا آخری خلیفہ متوکل ۹۲۲ھ میں سلطان یلم خاں ابن بایزید خاں کو حکومت سونپ کر علیحدہ ہو گیا۔

سلطان یلم خاں نے ۹۲۲ھ میں مصر و شام پر قبضہ کر کے حکومت اسلامی کو آل عثمان کی طرف منتقل کر دیا،

خدا کی مصلحت دیکھو، جن تاتاریوں کے ہاتھوں خلافت اسلامی کا خاتمہ ہوا تھا پھر انہی کے ذریعہ اسلامی اقتدار کا بول بالا ہوا،

اب خلافت راشدہ کا تقویٰ اور خدا ترسی تو کیا باقی رہتی، مرکزیت بھی ختم ہو گئی، البتہ عام رعایا کے ساتھ عدل و انصاف کا جو اعلیٰ معیار اس دور لامرکزیت میں بھی قائم رہا وہ آج کی جمہوریتوں میں نظر نہیں آتا۔

آل عثمان (ترکی) کی یہ خلافت نویں صدی سے شروع ہو کر

تیرھویں صدی کے نصف اول تک قائم رہی۔

۱۹۲۴ء میں مصطفےٰ کمال پاشا نے اس خلافت کو ختم کیا،

بغداد میں جس وقت اسلامی اقتدار کا آفتاب غروب ہو رہا تھا اس وقت ہندوستان میں غلام بادشاہوں کی حکومت تھی، بغداد کے حالات سے متاثر ہو کر بڑے بڑے مشائخ نے ہندوستان کا رُخ کیا، جسکی وجہ سے ایک دن ہندوستان اس عظمت کا مالک بن گیا جو بغداد کو حاصل تھی۔

ہندوستان میں اسلام عرب تاجروں کے ذریعہ مالا بار اور سیلون میں آیا، پھر ۱۵ھ میں حضرت عمر کے دور میں عمان کے گورنر عثمان ابن ابی عاص نے بمبئی کے ایک تھانہ پر اپنا اثر قائم کیا، اس واقعہ کے ۲۹ برس بعد ۴۴ھ میں امیر معاویہ کے عہد میں مہلب ابن ابی صفرہ ملتان تک آئے، اس کے ۴۸ سال بعد ۹۳ھ میں ۱۷ سالہ نوجوان مجاہد محمد ابن قاسم نے حجاج ابن یوسف کے حکم سے ہندوستان کا رخ کیا اور سندھ تک پہنچے، ہندوستان کے کچھ حصہ پر غزنویوں کا راج رہا، اٹھاون سال ہندوستان میں غوریوں کا جھنڈا لہرایا، چھیاسی برس غلاموں نے حکومت کی، ۳۲ برس خلجیوں کا اقتدار رہا، ۹۴ برس تغلق خاندان میں حکومت رہی، ۴۰ برس تک سادات کرام حکومت کرتے رہے، ۷۳ برس لودھیوں کا

راج رہا، ۱۲۷۴ھ تک مغلوں نے سلطنت کی یعنی ۳۴۱ برس ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۷ء تک،

اس وقت دنیا میں ۱۵ مسلم حکومتیں قائم ہیں جن میں مسلمانوں کی ٹھوس اکثریت ہے،

ملایا، عراق، ایران، شام، ترکی، انڈونیشیا، سعودی عرب، شرق اردن، یمن، سوڈان، مصر، الجزائر، مراکش، پاکستان، افغانستان،

ادامہا اللہ تعالےٰ

ضروری اعلان

ہمارے ہاں سے ہر قسم کی مذہبی، علمی اور تاریخی کتابیں طلب فرمائیے،

ہندوستان کے مشہور اصحاب قلم اور اصحاب فکر حضرات کی تصانیف بکفایت مہیا کی جاتی ہیں۔